نومبر 2010

انسپکٹر جمشید پارٹی، انسپکٹر کامران مرزا پارٹی اور شوکی برادرز

پانچ ملکوں کی سازش
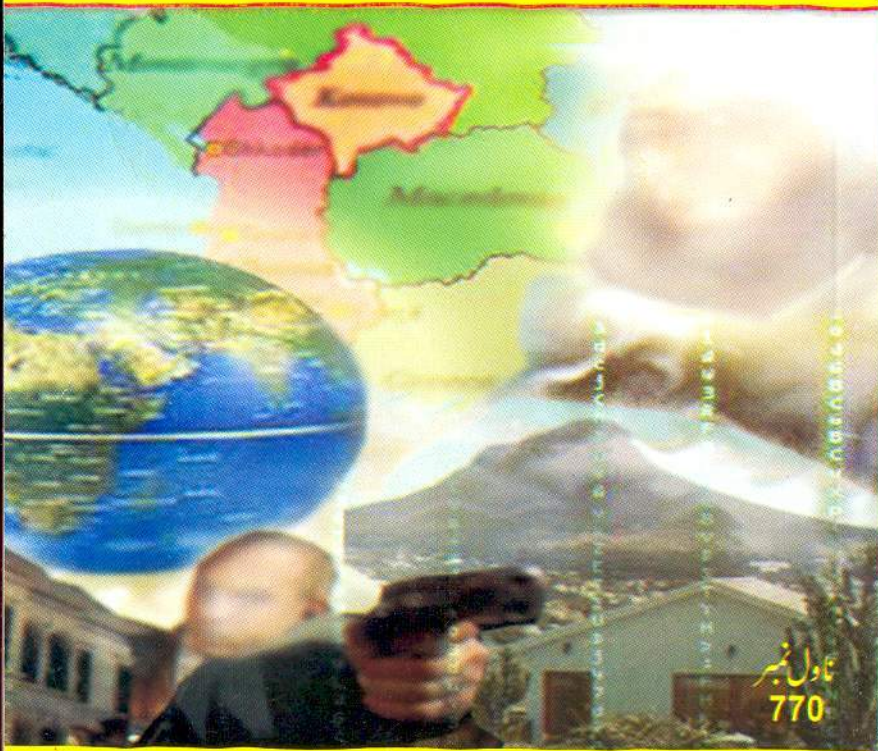
ناول نمبر 770

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

پانچ ملکوں کی سازش

اشتیاق احمد

اٹلانٹس پبلکیشنز

Atlantis Publications

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	پانچ ملکوں کی سازش
نمبر	انسپکٹر جمشید سیریز نمبر 770
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	240روپے

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

A-36 [illegible] B-16 [illegible] کراچی
0309-2472238, 32578273, 34226050
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

ایک حدیث

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

(الترمذی۔۔۔حدیث نمبر 74)

The Prophet Mohammad (peace be upon him) said:

"The Seeking of knowledge is obligatory for every muslim."

(Al. Tirmidhi, Hadith 74)

☆ ☆ ☆

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔

☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔

☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔

☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

یہ پانچ ملکوں کی سازش ہے.... لیکن یہ آپ کے خلاف نہیں.... لہذا آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں .... گھبرانے کی بات اگر ہے تو صرف اتنی کہ آپ اس سازش کے الجھاؤ میں بری طرح آجائیں گے .... مطلب یہ کہ یہ سازش آپ کو الجھا کر رکھ دے گی ... آپ سازش کی تہہ تک تو کیا پہنچیں گے سازش آپ کی تہہ تک پہنچ جائے گی اور آپ کی خوب خبر لے گی.... جی ہاں ایسا بھی ہوسکتا ہے.... یوں ہونے کو دنیا میں کیا نہیں ہوسکتا .... آپ جانتے ہی ہیں آپ کے پسندیدہ کردار یہ بات دہراتے رہتے ہیں.... بالکل اسی طرح سے تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے.... تاریخ کا اپنے آپ کو دہرانا آخر انسانوں کے فائدے کی خاطر ہے .... تاریخ ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہم کیا تھے۔ ہمارے کام کیا تھے .... دوسرے ہماری مثالیں دیا کرتے تھے .... اور آج ہم کیا ہوگئے۔ ابھی آگے چل کر نہ جانے کیا ہونے والا ہے ۔اللہ اپنا رحم فرمائے ...

اب لے دے کر آپ کے یہ کردار ہی رہ جاتے ہیں جو ہمیں یاد دلاتے ہیں ہمیں کیا کرنا ہے .... کیا کرنا چاہیے .... لیکن ہم بس ناول پڑھ کر لطف اندوز ہونے کی کوشش کر لیتے ہیں اور بس۔

لیجئے بات ہورہی تھی پانچ ملکوں کی سازش کی اور میں بات لے بیٹھا اپنی

.... ہاں تو پانچ ملکوں کی سازش میں گھر کر یہ نہ ہو کہ آپ کسی کام کے نہ رہ جائیں.... ہمیں اپنے ملک کے دشمنوں کی سازشوں کو بھی نا کام بنانا ہے.... ہمارا ملک بھی تو اس وقت ان گنت دشمنوں کی سازشوں میں گھرا ہوا ہے.... روز خوفناک خبریں سننے کو ملتی ہیں اور کلیجہ منہ کو آنے لگا ہے.... اس سے پہلے کہ میں آپ کو کوئی ایسی ویسی خبر سناؤں آپ ان دو باتوں سے آگے بڑھ جائیں اور ناول شروع کرلیں کہ یہی درویش کی صدا ہے .... صدا یہ ہے کہ آئندہ ناول ''لی شن پلان'' ہوگا اور اس کے بعد ایک عظیم الشان خاص نمبر کی باری ہے۔انشاء اللہ ۔

اس ماہ کا خاص نمبر

پانچ ملکوں کی سازش

آئندہ ماہ کا ناول

لی شن پلان

گذشتہ اشاعت کا ناول

زارن کی زنجیر

اٹلانٹس پبلکیشنز
A-36 ایسٹرن اسٹوڈیو، B-16 سائٹ، کراچی
0300-2472238,32578273,34228050
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

کرداروں کا تعارف

انسپکٹر جمشید محکمہ سراغرسانی کے سب سے مشہور سراغرساں ہیں......انہیں جو کیس بھی دیا جاتا ہے وہ اسے حل کر کے چھوڑتے ہیں آج تک کوئی ایسا کیس نہیں ہے جو انہیں ملا ہو اور ان سے حل ہو سکا ہو......وہ مجرم کو عجیب و غریب طریقوں سے پکڑتے ہیں......اس طرح کہ مجرم کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا کہ انسپکٹر جمشید کا ہاتھ اس کے گرد گھیرا ہوتا جا رہا ہے......اسے تو بس اس وقت پتا چلتا ہے جب وہ اسکے خلاف تمام ثبوت حاصل کرنے کے بعد اس پر ہاتھ ڈال دیتے ہیں......

محکمہ سراغرسانی کے تمام آفیسر تو ان کا لوہا مانتے ہی ہیں...... پولیس کے تمام شعبوں میں بھی ان کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے......اپنی ذاتی زندگی کے لحاظ سے وہ حد درجے ایمان دار ہیں......رشوت سے کوسوں دور بھاگتے ہیں......غریبوں کے بہت ہمدرد ہیں قانونی معاملات میں بہت سخت ہیں......جب کسی کے خلاف کوئی جرم ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اس کے ساتھ نرمی نہیں کرتے......بڑی سے بڑی سفارش کی بھی پروا نہیں کرتے......جب کسی بات پر اڑ جاتے تو پھر اس سے پیچھے نہیں ہٹتے......

''ان کے تین بچے ہیں سب سے بڑے کا نام محمود احمد ہے......جو ہائی اسکول میں پڑھ رہا ہے......یہ بے حد ذہین اور پھرتیلا ہے، مشکل اوقات میں بالکل نہیں گھبراتا، کوئی مصیبت آ پڑی تو ڈٹ جاتا ہے، اکثر اوقات اپنے والد کی مدد کرتا رہتا ہے......

ان کے دوسرے بیٹے کا نام فاروق احمد ہے......فاروق بہت چلبلا اور کھلنڈرا ہے......اس پر شرارت کا بھوت ہر وقت سوار رہتا ہے...... بات بات پر لطیفے چھوڑتا، ہر

وقت دوسروں کو ہنسنے اور مسکرانے پر مجبور کر دینا اس کی خاص عادت ہے...... خود بھی مسکراتا رہتا ہے...... طبیعت میں شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے یہ بھی مشکل اوقات میں کبھی نہیں گھبراتا...... درختوں پر چڑھنا اس کا محبوب مشغلہ ہے......

فرزانہ فاروق سے ایک سال چھوٹی ہے، ذہین، بلا کی ترکیبیں سوچنے میں ماہر، انسپکٹر جمشید کو مصیبت میں دیکھ کر حد درجے فکر مند ہو جاتی ہے......

باپ کی صحبت میں رہ کر انہیں بھی جاسوسی کاموں سے ایک خاص قسم کا لگاؤ پیدا ہو گیا ہے...... جونہی انہیں کوئی کیس حل کرنے کے لئے ملتا ہے، وہ بھی اس میں دلچسپی لینے لگتے...... اس کی ایک ایک تفصیل ذہن نشین کر لیتے ہیں اور یہ کوشش کرتے کہ کسی طرح وہ اپنے والد کی مدد کے بغیر ہی اس معاملے کی تہہ تک پہنچ جائیں...... بلکہ تینوں بھی آپس میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ فاروق البتہ بظاہر ایسے کاموں سے جی چراتا ہے...... لیکن جب کیس میں دلچسپی لیتا تو پھر ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔

ان کی والدہ بیگم جمشید جاسوسی بکھیڑوں اور جھنجھٹو سے بالکل آزاد ہیں، انہیں ان کاموں سے اُلجھن ہوتی ہے...... لہٰذا وہ کیس کے بارے میں کوئی تفصیل جاننے کی کوشش نہیں کرتیں...... ہاں اتفاق سے کسی معاملے میں اُلجھ جائیں تو پھر حالات کے سامنے ڈٹ جاتیں ہیں......

محمود فاروق اور فرزانہ صبح اسکول چلے جاتے ہیں اور انسپکٹر جمشید دفتر...... اسکول سے واپس آ کر وہ کھانا کھاتے ہیں، کچھ دیر آرام کرتے اور پھر اسکول کا کام کرنے بیٹھ جاتے ہیں...... اسکول کا کام کرنے کے لئے محمود اور فاروق عام طور پر نیشنل پارک چلے جاتے ہیں، کسی دن نہ بھی جاتے تو فرزانہ کے ساتھ ہی کر لیتے ہیں۔

ان کی زندگی اسی طرح گزر رہی ہے اور یہ ایک بہت ہی دلچسپ زندگی ہے......

☆☆☆☆☆

خوفناک اطلاع

آئی جی صاحب کے فون کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے اسکرین پر نظر ڈالی تو ان کے ایک خاص ماتحت کا فون تھا۔ انہوں نے بٹن دبایا تو فوراً ہی اس کی آواز سنائی دی۔ آواز سے شدید گھبراہٹ ٹپک رہی تھی:

"سر! بہت خوفناک خبر ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" وہ بولے۔

"اجگر زواری شدید ترین خطرے میں ہیں، لیکن اس سے بھی زیادہ ہولناک بات یہ ہے کہ ان دنوں صدر محترم اپنے پانچ وزرا اور تین مشیروں کے ساتھ اپنے تفریحی بنگلے پر گئے ہوئے ہیں..." اس نے بتایا۔

"ارے باپ رے... اور کیا اجگر زواری صاحب بھی ان میں شامل ہیں۔"

"جی ہاں! وہ کل نو افراد ہیں۔ خادموں اور دوسرے عملے کو

ساتھ نہیں لیا گیا... کیونکہ تفریحی بنگلے پر سب انتظام ہے۔"

"اُف مالک! یہ تم نے کیا خبر سنادی... خیر... پہلے میں انسپکٹر جمشید سے بات کرتا ہوں... لیکن وہ بھی اس سلسلے میں کیا کر سکیں گے بھلا۔" مارے پریشانی کے انہوں نے کہا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... لیکن پھر بھی فون کرلیں... شاید وہ کوئی راستہ نکال لیں۔"

"ٹھیک ہے... میں بات کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر آئی جی صاحب نے انسپکٹر جمشید کا موبائل نمبر ملایا... لیکن وہ بند تھا... اب انہوں نے گھر کے نمبر ملائے، فوراً ہی فاروق کی آواز سنائی دی...

"کیا حکم ہے انکل۔"

"فاروق فون جمشید کو دو... جلدی۔"

"وہ گھر میں نہیں ہیں انکل... اور ہمیں معلوم بھی نہیں کہ کہاں گئے ہیں... بلکہ وہ تو کل سے غائب ہیں۔"

"کیا کہا... کل سے غائب ہیں۔" آئی جی صاحب دھک سے رہ گئے۔

"جی ہاں! ان کا کوئی پتا نہیں... انہوں نے فون بھی نہیں کیا اور ان کا موبائل بھی بند ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے... اچھا کیا تم لوگ جانتے ہو... صدر صاحب کا تفریحی بنگلہ کہاں ہے؟"

"جی... صدر صاحب کا تفریحی بنگلہ... اور آپ اس کے بارے میں ہم سے پوچھ رہے ہیں... کیا بات عجیب ترین بات نہیں۔"

"اسی لیے تو پوچھ رہا ہوں... خیر، اس کا مطلب ہے... تم لوگوں کو بھی معلوم نہیں۔ اُف مالک! اب کیا ہوگا..."

"کیا صدر صاحب کو کوئی خطرہ ہے انکل۔"

"صدر صاحب کو نہیں... ان کے خاص مشیر اجگر زواری صاحب کو، لیکن چونکہ وہ اس وقت صدر صاحب کے ساتھ ان کے تفریحی بنگلے پر ہیں اور صدر صاحب کا تفریحی بنگلہ کہاں ہے یہ صرف صدر صاحب کو معلوم ہے۔"

"تب پریشانی کی کیا بات ہے... جب صدر صاحب کے علاوہ کسی کو اس جگہ کے بارے میں معلوم ہی نہیں۔"

"لیکن، جو لوگ اجگر زواری صاحب کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں... انہوں نے کسی نہ کسی طرح یہ معلوم کرلیا ہے کہ بنگلہ کہاں ہے... اور اسی لیے یہ خبر بہت زیادہ ہولناک ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ صدر صاحب ساتھ ہیں..."

''تب پھر صدر صاحب کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

''کیوں نہیں ہے... فرض کرو... اجگر زواری صاحب پر حملہ بم کے ذریعہ ہوتا ہے تو کیا اس صورت میں وہ سب بھی زد میں نہیں آئیں گے... حملہ آور کو غرض تو بس اجگر زواری سے ہوگی... لیکن اسے یہ پروا کیوں ہونے لگی کہ کوئی اور تو اس کے حملے کی زد میں نہیں آتا۔''

''اوہ ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔''

''تب پھر اب تم کیا کرو گے۔''

''تفریحی بنگلے کا پتا چلانے کے سوا ہم اور کیا کر سکتے ہیں۔''

''بہت خوب! میں تم لوگوں کو ابھی پھر فون کروں گا... تم اتنی دیر میں جو کر سکتے ہو کر گزرو... اور ہاں... اپنے انکل خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو بھی اطلاع دو... تاکہ وہ بھی تیار ہو جائیں... جمشید کو بھی ایسے میں غائب ہونے کی سوجھی ہے۔'' یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا... اور اپنے خاص ماتحت کو پھر فون کیا:

''ہاں... حسن غفار! اب بتائیں... یہ بات کیسے معلوم ہوئی...''

''سر! مسئلہ بہت خوفناک ہے... پانچ ملکوں نے اچانک ایک فیصلہ کیا ہے... ان کی میٹنگ ابھی چند دن پہلے ہی ہوئی

ہے... اس میٹنگ میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ پاک لینڈ کے صدر کے مشیر اجگر زواری کو فوری طور پر ختم کر دیا جائے۔''

''اوہو! سوال تو یہ ہے کہ ہمیں یہ اطلاع کیسے ملی ہے۔''

''وزارت خارجہ کی سیکریٹ سروس کے ذریعے۔''

''اللہ اپنا رحم کرے... ہر طرف معاملہ خفیہ ثابت ہو رہا ہے... جمشید غائب ہیں... صدر صاحب کے تفریحی بنگلے کا پتا کسی کو نہیں... ان حالات میں ہم کیا کریں گے... محمود، فاروق اور فرزانہ کو بھی بنگلے کے بارے میں علم نہیں۔''

''تب پھر سر... آپ انسپکٹر کامران مرزا سے کیوں رابطہ نہیں کرتے۔''

''خوب یاد دلایا...''

یہ کہہ کر انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا کے نمبر ملائے۔ فون بند تھا... آصف، آفتاب اور فرحت کے نمبروں پر کوشش کی، وہ بھی بند تھے... تنگ آ کر انہوں نے شوکی برادرز کے نمبر ملائے تو شوکی کی آواز سنائی دی:

''آئی جی انکل! یہ آپ ہیں۔'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں شوکی... پہلے تم یہ بتاؤ... تمہیں کچھ انسپکٹر کامران

مرزا پارٹی کا پتا ہے۔''

''جی نہیں... ہمیں ان کی کوئی خبر نہیں۔''

''اچھا تم فوراً دارالحکومت کے لیے جہاز سے روانہ ہو جاؤ... تمہارے اخراجات ادا کر دیے جائیں گے... پیسے نہ ہوں تو میرا نام لے کر اکبر راٹھور وغیرہ کسی سے لے لو۔''

''خیر تو ہے سر۔''

''یہاں پہنچنے پر بتاؤں گا... بس تم پہنچنے کی کرو۔''

یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔ ان کی پریشانی لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی... پھر کچھ خیال آنے پر انہوں نے بیگم کامران مرزا کو فون کیا... ان کی آواز سن کر بولے:

''آپ کو کچھ ان لوگوں کی خبر ہے۔''

''منور علی خان کے ساتھ شکار پر گئے ہیں... لیکن یہ معلوم نہیں کہ کہاں گئے ہیں۔''

''حد ہو گئی... یہ اچھا مذاق ہے۔'' انہوں نے بھنا کر کہا اور فون بند کر دیا۔

''اب ان لوگوں کو پابند کیا جائے گا کہ جہاں بھی جائیں.. بتا کر جائیں۔''

''یہ کہہ کر انہوں نے پریشانی کے عالم میں فون بند کر دیا۔''

O

''چلو آؤ... جلدی کرو۔'' فرزانہ نے تیزی سے کہا۔

''کہاں آؤ...'' دونوں ایک ساتھ بولے۔

''ابا جان اس قسم کی باتیں جس نوٹ بک میں لکھتے ہیں... اس میں دیکھ لیتے ہیں... صدر صاحب اس وقت کہاں ہیں۔''

''بہت خوب!''

اور پھر انہوں نے ایک نوٹ بک نکال کر جلدی جلدی اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔ جلد ہی ان کی نظریں ایک صفحے پر اٹک گئیں... لکھا تھا... صدر صاحب کی خفیہ سیر گاہیں... وہاں تین سیر گاہوں کے پتے لکھے تھے... انہوں نے فوراً آئی جی صاحب کے نمبر ملائے، سلسلہ ملتے ہی محمود نے کہا:

''انکل! تین سیر گاہوں کا پتا چل گیا ہے۔''

''بہت خوب! یہ کام دکھایا ہے تم نے۔''

''لیکن انکل! ایک بات سمجھ میں نہیں آئی... آپ نے صدر صاحب کے موبائل نمبر کیوں نہیں آزمائے۔''

''میں چاہتا تھا، پہلے ہم وہاں پہنچ جائیں... پھر انہیں کچھ بتائیں، اگر کسی طرح بھی ان خفیہ سیر گاہوں کا پتا نہ چلتا تو پھر میں مجبوراً ان سے فون پر رابطہ کرتا... میں نے ان کے پریس سیکرٹری سے ان کے تمام نمبرز لے لیے ہیں۔''

''بہت خوب! اب آپ پہلے تو یہ پتا چلا لیں کہ وہ ان میں سے کون سی سیر گاہ میں ہیں... پھر فورس ادھر روانہ کر دیں... اس کے بعد ہم ادھر کا رخ کریں گے۔''

''بالکل ٹھیک! اور تمہاری مدد کے لیے شوکی برادرز بھی آ رہے ہیں۔''

''چلیے ٹھیک ہے۔''

انہوں نے فون بند کر دیا... اسی وقت محمود کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے اسکرین پر نظر ڈالی اور چونک اٹھا... فون اس کے والد کا تھا۔ اس نے چھوٹتے ہی کہا:

''اللہ کا شکر ہے... آپ کا فون تو آیا۔''

''فوراً سیر گاہ نمبر ایک پر پہنچ جاؤ۔''

یہ کہتے ہی انہوں نے فون بند کر دیا:

''چلو بھئی... ہمیں سیر گاہ نمبر 1 پر پہنچنا ہے... اس کا مطلب ہے... ابا جان تو پہلے ہی باخبر ہیں... اور ظاہر ہے... سیر گاہ

میں ہی موجود ہیں... یا پھر اس کے آس پاس۔''

''اللہ کا شکر ہے... فاروق تم انکل خان رحمان کو فون کرو... میں پروفیسر انکل کو اور محمود تم یہ نئی خبر آئی جی صاحب کو سنا دو۔''

''اچھی بات ہے۔''

تینوں فون کرنے لگے... پھر محمود نے شوکی کے نمبر ملائے اور اس کی آواز سنتے ہی بولا:

''تم کہاں ہو اس وقت؟''

''ہوا میں... ہمیں اللہ کی مہربانی سے فوراً ہی جہاز مل گیا۔''

''بہت خوب! ہم رک نہیں سکتے... تم جہاز سے اترتے ہی سیر گاہ نمبر ایک کا رخ کرنا۔''

''ایڈریس۔''

''آئی جی صاحب کو پتا دیا ہے... وہ تمہارے لیے گاڑی ایئرپورٹ پر بھیج دیں گے اور وہ گاڑی خود ہی تم لوگوں کو سیر گاہ تک پہنچا دے گی... وہاں ہم ہوں گے ہی ان شاء اللہ!''

''بہت خوب!''

جلد ہی پروفیسر داؤد اور خان رحمان پہنچ گئے اور وہ اپنی گاڑی میں سیر گاہ کی طرف روانہ ہو گئے... راستہ دو گھنٹے کا ثابت ہوا... انہوں نے دیکھا... وہ بنگلہ ایک اونچی چٹان پر تھا... چٹان

اوپر سے ایک کھلے میدان کی طرح تھی اور اس کے ایک طرف وہ بنگلہ تھا... بنگلہ تقریباً چار کنال میں ہوگا... اس کے چاروں طرف باغ تھا... باغ کے درخت سیدھے اور بہت اونچے تھے... گویا وہ بنگلہ ان درختوں کے درمیان گھرا تھا... چٹان تک ایک پختہ سڑک جاتی تھی... گویا بنگلے تک جانے کا راستہ یہ سڑک تھی... وہ کار اس سڑک پر لے گئے... پھر جونہی چٹان پر پہنچے، کلاشن کوفیں ان پر تان دی گئیں اور ایک سخت آواز گونجی:

"خبردار! اس سے آگے نہ آئیں... پہلے اپنی شناخت کرائیں۔"

وہ نیچے اتر آئے... فوراً ہی چند فوجی آگے آ گئے:

"آپ صدر صاحب سے ہماری بات کرا دیں... وہ آپ کو ہمارے بارے میں بتا دیں گے۔" خان رحمان بولے۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے... آپ اپنا اطمینان کرا دیں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے موبائل پر نمبر ڈائل کیا اور پھر ان کے بارے میں بتانے لگا... اس نے موبائل ان کی طرف بڑھا دیا:

"بات کریں۔"

خان رحمان نے موبائل لے لیا اور صدر صاحب کی آواز سن کر بولا:

"سر! یہ ہم ہیں... خان رحمان، پروفیسر داؤد صاحب... محمود، فاروق اور فرزانہ۔"

"اوہ... خیر تو ہے... اور انسپکٹر جمشید کیوں ساتھ نہیں ہیں۔"

"وہ بھی پہنچ رہے ہیں۔"

"کیا کوئی گڑبڑ ہے۔"

"جی ہاں!"

"کیا کہا... گڑبڑ ہے۔" صدر صاحب چلائے۔

"جی ہاں!"

"اچھی بات ہے... موبائل انہیں دیں۔"

خان رحمان نے موبائل انہیں دے دیا... ہدایت ملنے پر انہیں راستہ دے دیا گیا... بنگلے کے ایک طرف کار پارک تھا... وہاں بھی کلاشن کوفوں والے تین آدمی موجود تھے... لیکن انہوں نے انہیں روکنے کی کوشش نہ کی... انہوں نے دیکھا، وہاں تو دس کاریں موجود تھیں اور سب کی سب اعلیٰ درجے کی تھیں۔ اپنی کار مناسب جگہ پارک کر کے وہ بنگلے کے دروازے کی طرف بڑھے... دروازے پر دو فوجی کھڑے تھے... انہوں نے انہیں اندر جانے کا اشارہ کیا... اندر کی طرف ایک شخص سادہ لباس میں کھڑا تھا:

"میرے ساتھ آئیں۔" اس نے کہا۔

اب وہ اس کے پیچھے چلتے ایک کمرے تک آئے... دروازے پر رک کر سادہ لباس والے نے کہا:

"اندر چلے جائیں... صدر صاحب اندر موجود ہیں۔"

انہوں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئے... صدر صاحب اپنے بستر پر تھے... اور گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے...

"السلام علیکم سر۔" ان سب نے کہا۔

"وعلیکم السلام۔" وہ بولے... پھر انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولے:

"اللہ اپنا رحم کرے... کیا گڑبڑ ہے۔"

"آپ کے ساتھ آپ کے مشیر اجگر زداری ہیں۔"

"ہاں! کیوں۔"

"وہ شدید خطرے میں ہیں... پانچ ملکوں نے ایک میٹنگ کی ہے... اور ان پانچوں نے انہیں ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"کیا!!!" صدر صاحب خوف زدہ انداز میں بولے۔

"اور ان پانچوں ملکوں کے آدمی ہمارے ملک میں داخل ہو چکے ہیں..." محمود نے بتایا۔

"یہ تفصیلات تو آئی جی صاحب بھی بتا سکتے تھے... کیا

انہوں نے اب تک آپ سے رابطہ نہیں کیا۔"

"نہیں... ہم سب نے موبائل بند کر رکھے ہیں... دراصل سیر کے پروگرام ہم تمام جھمیلوں سے کٹ کر گزارتے ہیں... لیکن اب تو رابطہ کرنا پڑے گا..." یہ کہہ کر انہوں نے موبائل آن کیا اور آئی جی صاحب کا نمبر ڈائل کیا۔ صدر صاحب کی آواز سنتے ہی آئی جی صاحب بولے:

"اللہ کا شکر ہے سر... آپ نے فون تو آن کیا۔"

"پروفیسر صاحب... خان صاحب اور محمود، فاروق اور فرزانہ یہاں پہنچ چکے ہیں، میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ہمیں یہ اطلاع ملی کیسے ہیں۔"

"سر! ان پانچ میں سے ایک ملک میں ہمارا ایک بہت تیز طرار ایجنٹ موجود ہے۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے... خیر... سوال یہ ہے کہ انسپکٹر جمشید کہاں ہیں۔"

"وہ بھی اتفاق سے لاپتا ہیں..."

"جی نہیں۔" ایسے میں فاروق پکار اٹھا۔

"یہ فاروق کی آواز ہے... اس سے پوچھیں... یہ کیا کہنا چاہتا ہے۔" آئی جی کی آواز ابھری۔

"ہاں فاروق... تم نے جی نہیں کس خوشی میں کہا۔" صدر مسکرائے۔

"ابا جان اگرچہ یہاں نہیں ہیں، لیکن انہیں یہ بات معلوم ہے اور انہوں نے تھوڑی دیر پہلے ہمیں ہدایات دی ہیں۔"

"اوہو اچھا۔"

"جی ہاں! اور اس کا مطلب ہے... وہ یہاں آس پاس موجود ہیں... لیکن سب کی نظروں سے اوجھل رہ کر کام کرنا چاہتے ہیں۔"

"یہ اور اچھا ہے۔" صدر صاحب خوش ہو کر بولے۔

"رہ گئے شوکی برادرز سر... وہ بھی آیا ہی چاہتے ہیں... البتہ کامران مرزا پارٹی آج کل شکار پر ہیں اور ان کے موبائل بند ہیں... اگر ان سے رابطہ ہو گیا تو انہیں بھی بلا لیا جائے گا۔"

"اب میں مطمئن ہوں... اور ہم یہیں ٹھہریں گے... اگر اطمینان نہ ہو گیا ہوتا تو ہم یہاں سے واپس چلے جاتے... دوسری بات اگر اس کی ضرورت ہوتی تو انسپکٹر جمشید ہمیں خود پیغام دیتے کہ یہاں ٹھہرے رہنا ٹھیک نہیں۔"

"جی ہاں! یہ بات آپ کی بالکل ٹھیک ہے۔"

"ٹھیک ہے... آپ فکر نہ کریں... اب ان شاء اللہ ہم اس

خطرے سے نبٹ لیں گے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا... پھر ان کی طرف مڑے:

"اب آپ لوگ بتائیں..."

"ہم سب سے پہلے اجگر زواری صاحب سے ملنا چاہتے ہیں... تاکہ ان کی حفاظت کے انتظامات اپنے حساب سے مکمل کر لیں۔"

"ٹھیک ہے... میں اپنے سیکرٹری کو ساری بات بتا دیتا ہوں... اس کے بعد آپ لوگ انہیں جو ہدایات دیں گے... وہ ان پر عمل کریں گے۔"

"ٹھیک ہے سر۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

انہوں نے اسی وقت موبائل کے ذریعے اپنے سیکرٹری کو وہاں بلا لیا:

"یہ ہیں میرے سیکرٹری... اجمل کاکڑ صاحب... میں تو ذرا جا رہا ہوں آرام کرنے کے لیے... یہ جو جو کہتے ہیں... آپ کرتے رہیں... ساری بات بھی آپ کو بتائیں گے۔"

"جی اچھا!"

"او کے سر... آپ چلیں۔"

صدر صاحب چلے گئے... اب اجمل کاکٹر ان کی طرف مڑے اور بولے:

"ہاں تو کیا معاملہ ہے جناب... ویسے میں آپ لوگوں کو پہچانتا ہوں... آپ محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد ہیں... یہی نا۔" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے۔

"جی ہاں! بالکل... صدر صاحب کے ساتھ ان کے مشیر اجگر زرداری یہاں آئے ہوئے ہیں۔"

"جی ہاں! وہ تو آئے ہوئے ہیں۔"

"ان کی زندگی شدید خطرے میں ہے۔"

"کیا مطلب؟" اجمل کاکٹر بہت بری طرح اچھلے... اور پھر ان کی آنکھوں میں بے پناہ خوف دوڑ گیا... جسم کپکپانے لگا... ان کے منہ سے نکلا:

"نہیں... نہیں... نہیں۔"

☆☆☆☆☆

جھٹکا

ان کے اس قدر خوف زدہ نظر آنے پر ان کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا... کیونکہ یہ تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خود اجمل کاکٹر صاحب کی جان کو شدید خطرہ ہو... فاروق سے رہا نہ گیا۔

"اجمل کاکٹر صاحب! آپ کا اس قدر خوف زدہ ہونا ہماری سمجھ سے باہر ہے... ہاں! ہم نے یہ خبر اجگر صاحب کو سنائی ہوتی اور وہ اس قدر خوف زدہ ہو جاتے تو ایک بات بھی تھی..."

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... لیکن آپ نہیں جانتے۔" انہوں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"خیر! مہربانی فرما کر آپ بتا دیں، ہم کیا نہیں جانتے۔"

"یہ کہ ابھی ہم یہاں آنے کی تیاری کر رہے تھے کہ مجھے ایک فون موصول ہوا تھا... لیکن وہ گمنام فون تھا..."

"اور فون کرنے والے نے کیا کہا تھا۔"

"یہ کہ ہم یہ سفر کینسل کر دیں... اس سفر میں خطرات ہی

خطرات ہیں... اور خاص طور پر اجگر زواری کی جان کو تو ضرور ہی خطرہ ہے۔''

''اوہ... تب پھر آپ نے اس سلسلے میں کیا قدم اٹھایا تھا۔'' محمود بولا۔

''یہی تو میری غلطی ہے... میں نے اس خبر کو کسی کا مذاق خیال کیا تھا... اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی... اب جب آپ نے یہ خبر سنائی تو میں خود پر قابو نہ رکھ سکا اور خوف زدہ ہو گیا...''

''حیرت ہے... وہ نمبر تو نوٹ کیا ہوگا آپ نے۔''

''جی ہاں! یہ رہا۔''

انہوں نے نوٹ بک نکال کر اس کو کھولا اور ان کے سامنے کر دیا... انہوں نے فوراً وہ نمبر نوٹ کر لیا... اب محمود نے کہا:

''یہاں کل کتنے آدمی ہیں... کل کتنے کمرے ہیں...''

''صدر صاحب... ان کے پانچ وزیر اور تین مشیر... ایک میں... بس... یعنی یہ ہو گئے کل دس آدمی... ان کے علاوہ یہاں عملہ موجود ہے... وہ مستقل ہے یعنی یہیں رہتا ہے... ان کی یہاں مستقل ڈیوٹی ہے۔''

''عملے کے کتنے آدمی ہیں۔''

''عملے حفاظت کے لیے دس مسلح فوجی... ان کے علاوہ ایک مالی، ایک باورچی اور ایک صفائی کرنے والا... بس گویا یہ کل تیرہ آدمی ہیں۔''

''ٹھیک ہے... سب سے پہلے ہم اجگر زواری صاحب سے ملنا پسند کریں گے۔''

''اور آپ انہیں یہ خبر سنا دیں گے۔''

''آپ کا کیا خیال ہے۔''

''وہ صدور بے خوف زدہ ہو جائیں گے... کیا اس سے یہ بہتر نہیں رہے گا کہ انہیں کچھ نہ بتایا جائے اور بس ان کی حفاظت کی جائے۔''

''جب ہم انہیں خاص ہدایات دیں گے... خاص جگہ تک محدود رہنے کی ہدایت کریں گے تو وہ پوچھیں گے نہیں کہ انہیں یہ ہدایات کیوں دی جا رہی ہیں۔''

''ہاں! یہ تو ہے۔'' انہوں نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''آپ انہیں بلائیں... ان شاء اللہ ہم ان کا اطمینان کرا دیں گے۔''

''اچھی بات ہے... مجھے صدر صاحب کی ہدایات بھی ہیں کہ آپ کی ہدایات پر عمل کروں... ورنہ میرے بس میں ہوتا تو کبھی

انہیں یہ خبر نہ سناتا..."

"آپ انہیں بلائیں۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

سیکرٹری صاحب بھی برا سا منہ بنا کر رہ گئے... پھر انہوں نے موبائل پر ایک نمبر دبا دیا اور آواز سن کر بولے:

"سر! کاکڑ بات کر رہا ہوں... یہاں کچھ لوگ آئے ہیں... وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

"کچھ لوگ اور یہاں... یہ کیا بات ہوئی... بھلا یہاں کچھ لوگ کس طرح آ سکتے ہیں... ہمارا سیر کا یہ پروگرام بالکل خفیہ ہے... کاکڑ صاحب کیا آپ کو معلوم نہیں۔"

"معلوم ہے سر... اس کے باوجود کچھ لوگ یہاں آئے ہیں۔" انہوں نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے۔"

"ممکن ہے سر... بس آپ آجائیں۔"

"لیکن میں اس وقت بہت تھکن محسوس کر رہا ہوں۔"

"صدر صاحب کی ہدایت یہ ہے سر کہ آپ ان سے ملاقات کرلیں۔"

"کیا کہا... صدر صاحب کی ہدایت۔" اجگر زواری نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں! ورنہ میں آپ کو کیوں پیغام دیتا۔"

"اچھی بات ہے... مجھے کہاں آنا ہے۔"

"جی ہال میں۔"

"بس میں تین منٹ تک آیا۔"

"اوکے سر۔"

فون بند کر کے اجمل کاکڑ ان کی طرف مڑے... پھر بولے:

"اجگر زواری صاحب تین منٹ میں آرہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے آپ ہمارا ان سے تعارف کرا کے چلے جائیے گا... ہم ان سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہوں مجھے یہ سب کچھ بہت پراسرار سا لگ رہا ہے۔"

"کیا کیا جائے مجبوری ہے..."

"اور میں محسوس کر رہا ہوں... دور دور تک کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"ہم چند گھنٹے بعد آپ کو بتا دیں گے کہ خطرہ ہے یا نہیں... ویسے ہماری جو اطلاعات ہیں، ان سے خطرہ صاف جھلک رہا ہے... اور ہاں یہاں عملے کے جو تیرہ افراد موجود ہیں... وہ مستقل ہیں... آپ نے یہی بتایا ہے.."

"ہاں بالکل۔"

"ان کا رجسٹر بھی یہاں ہوگا... میرا مطلب ہے... جس میں ان کے بارے میں معلومات موجود ہوں گی... ان کی انگلیوں کے نشانات وغیرہ بھی اس میں محفوظ ہوں گے۔"

"اس بارے میں یہاں کے انچارج آپ کو بتائیں گے... محافظوں اور دوسرے ملازمین کے انچارج ہیں سیف اللہ عامر۔"

"اس طرح تو کچھ تعداد 14 نہیں ہو جائے گی۔"

"نہیں... سیف اللہ عامر دس محافظوں میں سے ایک ہیں۔"

"اوہ اچھا... پھر تو ہم اجگر زواری صاحب سے ملاقات کرنے کے بعد ان سے ملنا پسند کریں گے۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔"

ایسے میں فرزانہ نے بے چینی کے عالم میں پہلو بدلا اور بولی:

"پانچ منٹ ہو گئے... اور اجگر زواری نہیں آئے۔"

"انہوں نے تین منٹ کہا تھا... لیکن اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ وہ تین منٹ میں آ ہی جائیں گے"... اجمل کاکڑ تنک کر بولے۔

"لیکن یہ تو اچھی بات نہیں ہے... آخر وہ صدر صاحب کے مشیر ہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"آپ یہ بات خود ان سے کر لیجیے گا..." اجمل کاکڑ نے جلے کٹے انداز میں کہا اور منہ دوسری طرف کر لیا۔

"شاید آپ ناراض ہو گئے ہیں۔" محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ہاں! آپ کو احساس ہونا چاہیے کہ یہ اتنے بڑے لوگ ہیں... ملک کے صدر کے ساتھ رہتے ہیں اور پھر اجگر زواری تو صدر صاحب کے بہت ہی خاص مشیر ہیں... کوئی دوسرا مشیر ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔"

"لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کسی سے کہیں کہ وہ تین منٹ تک آ رہے ہیں اور دس منٹ گزرنے پر بھی نہ آئیں۔"

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی... انہوں نے دیکھا، ایک لمبے قد کا سڈول جسم والا آدمی چہرے پر ناگواری طاری کیے اندر داخل ہوا تھا۔ چہرے پر سخت گیری تھی:

"لیجیے! زواری صاحب آ گئے۔"

"السلام علیکم... کاکڑ صاحب! یہ کون حضرات ہیں۔"

"آپ تشریف رکھیے۔ میں تعارف کراتا ہوں۔"

وہ ان سے قدرے فاصلے پر ایک کرسی پر بڑے کروفر کے ساتھ بیٹھ گئے... پھر منہ سکوڑ کر بولے:

"ہاں تو کرائیں تعارف۔"

"یہ انسپکٹر جمشید کے بچے محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔"

"ہوں! یہاں ان کا کیا کام۔"

"یہ خود بتائیں گے سر... اور یہ ہیں انسپکٹر جمشید کے دوست خان رحمان اور پروفیسر داؤد۔"

"اوہو اچھا..." اب وہ چونکا۔

"جی ہاں! اب میں چلتا ہوں... باقی باتیں یہ خود کریں گے۔"

"لیکن آپ کیوں جارہے ہیں۔"

"ان کی ہدایت یہی ہے... کہ جب یہ آپ سے بات شروع کریں تو میں چلا جاؤں۔"

"میرا خیال ہے... اس کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"ضرورت کیوں نہیں... ضرورت ہے... یہ ہماری مرضی ہے... کہ جس طرح چاہیں... یہاں کام کریں... اگر ہمیں ہماری مرضی کے مطابق کام نہ کرنے دیا گیا تو ہم واپس چلے جائیں گے۔" محمود نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب... یہ میں کیا سن رہا ہوں۔"

"سر... صدر صاحب کی ہدایات ہیں... جس طرح یہ کہیں... کیا جائے۔" اجمل کاکڑ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"حیرت ہے... کمال ہے... کیا ہم ان کے ماتحت ہیں۔"

"نہیں سر... لیکن پہلے آپ ان کی بات سن لیں... پھر آپ صدر صاحب سے بات کر لیجیے گا۔"

"وہ تو میں کروں گا۔" وہ تیز لہجے میں بولے۔

"تب پھر مجھے جانے دیں۔" اجمل نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔"

اور اجمل کاکڑ ہال سے نکل گئے... اب زواری ان کی طرف مڑتے ہوئے طنزیہ لہجے میں بولے:

"اب آپ فرمائیں... کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"پہلی بات! آپ نے ہم سے کہا تھا... میں تین منٹ میں آتا ہوں، آئے دس منٹ بعد۔"

"تو پھر... اس سے کیا ہو گیا۔"

"اس سے بہت کچھ ہو سکتا ہے... سارا نظام درہم برہم ہو سکتا ہے... اور کوئی خوفناک گڑبڑ کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔"

"آپ مجھے وقت کی پابندی کا سبق نہ پڑھائیں اور یہ بتائیں... بات کیا ہے..."

"تب پھر سنیے... پانچ ملکوں نے مل کر ایک خفیہ میٹنگ کی ہے... ان پانچوں نے فیصلہ کیا ہے کہ اجگر زواری کو ہلاک کر دیا جائے۔"

"کیا!!!" وہ بری طرح اچھلے۔

"اور ان کے ہرکارے ہمارے ملک میں داخل ہو چکے ہیں اور آپ تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہیں..."

"نن نہیں..."

"یہ اطلاع ہمارے ایک خفیہ ذرائع کے ذریعے آئی جی صاحب تک پہنچی... انہوں نے صدر صاحب سے رابطہ کرنے کی کوشش کی... لیکن... رابطہ نہ ہو سکا... اس پر ہم نے اپنی کوششوں سے اس جگہ کا پتا چلایا... اب ہم یہاں آئی جی صاحب کی ہدایات کے مطابق آئے ہیں... ہمارے اور ساتھی بھی پہنچنے والے ہیں... صدر صاحب ہم سے ملاقات کر چکے ہیں... اب اگر آپ چاہتے ہیں... ہم یہاں اپنا کام نہ کریں تو ہم چلے جاتے ہیں۔"

"ایک منٹ۔" انہوں نے شدید گھبراہٹ کے عالم میں کہا۔ پھر موبائل پر کسی کا نمبر ڈائل کیا اور بولے:

"السلام علیکم... صدر محترم... یہ میں کیا سن رہا ہوں۔"

"اطلاعات یہی ہیں... آپ ان لوگوں سے پورا تعاون کریں، یہ ہمارے اور ملک کے بہترین ہمدرد ہیں... اس ملک کے لیے اور ملک کے لیے کام کرنے والوں کے لیے یہ سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں... ان جیسے مخلص لوگ ہمارے ملک میں کم ہوں گے۔"

"بہت بہتر سر!"

انہوں نے فون بند کر دیا اور ان کی طرف مڑتے ہوئے بولے:

"ہم... مجھے بہت افسوس ہے... میں نے آپ سے سخت لہجے میں بات کی۔"

"کوئی بات نہیں... اب آپ ہمیں صرف یہ بتا دیں... ان ملکوں کو آپ سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔"

"مجھے ملکوں کے نام نہیں بتائے گئے۔" وہ بولے۔

"ایک منٹ۔" محمود نے کہا پھر آئی جی صاحب کے نمبر ملائے اور بولا:

"سر... کیا ان پانچ ملکوں کے نام ہمیں بتائے جا سکتے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"تب پھر بتا دیں۔"

آئی جی صاحب نے پانچ ملکوں کے نام انہیں بتا دیے ... نام سن کر اجگر زداری کا رنگ زرد پڑ گیا... انہوں نے تھرتھر کانپتی آواز میں کہا۔

"ن... نہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے... کیا آپ مجھے چند منٹ کے لیے اجازت دیں گے۔"

"کیا مطلب... کیا آپ کہیں جانا چاہتے ہیں... ہم آپ کو خبردار کیے دیتے ہیں... آپ کے لیے یہاں سے کہیں جانا تباہ کن ہو سکتا ہے۔"

"میں بنگلے سے باہر نہیں جا رہا... اپنے کمرے تک جانا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے... ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ اٹھے اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہال سے نکل گئے... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"کچھ سمجھ میں نہیں آیا... پانچ ملکوں کے نام سنتے ہی یہ اپنے کمرے میں کیوں چلے گئے ہیں... ویسے خوف زدہ بہت ہو گئے ہیں۔"

"ظاہر ہے... ان ملکوں سے ان کا کوئی نہ کوئی تعلق ہے...

تبھی خوف زدہ ہوئے ہیں۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"سوال یہ ہے کہ ہم اس وقت تک کیا کریں... جب تک کہ یہ لوٹ کر نہیں آ جاتے۔"

"صبر اور شکر۔" فاروق بے چارگی کے عالم میں بولا...

فرزانہ نے جھلا کر اس کی طرف دیکھا۔

"اس میں اس قدر ناراض ہونے کی کیا بات ہے... میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔" فاروق ڈرے ڈرے انداز میں بولا۔

"خبردار فرزانہ... ہرگز نہ لینا۔" محمود پکارا۔

"توبہ ہے تم سے۔" فرزانہ جھلا اٹھی۔

"اچھا ہوتا... یہاں ہمارے ساتھ ابا جان بھی ہوتے۔"

ایسے میں انہوں نے تیز تیز قدموں کی آواز سنی... پھر ایک فوجی اندر داخل ہوا:

"وہ... وہ سر... کچھ لوگ آپ سے ملنے کے لیے یہاں پہنچے ہیں... ان کے پاس آئی جی صاحب کا خط بھی ہے۔"

"ارے... اس کا مطلب ہے... شوکی برادرز آ گئے۔" محمود چلا اٹھا۔

وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے... اور بیرونی دروازے کی طرف دوڑے... پھر جونہی وہ باہر نکل کر بنگلے کے سامنے والے

گراؤنڈ تک پہنچے... ایک زوردار جھٹکے سے رکے...

ان کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔

☆☆☆☆☆

وہ شخص

وہ جہاز سے اتر کر باہر کی طرف چل پڑے... جونہی مسافروں والے حصے میں داخل ہوئے۔ وہاں استقبال کے لیے آئے ہوئے بے شمار لوگ نظر آئے... اب ان میں سے انہیں لینے کون لوگ آئے ہوئے تھے... یہ وہ اندازہ نہ لگا سکے... لیکن اسی وقت ایک شخص شوکی کے عین سامنے آگیا اور بولا:

''آپ شوکی برادرز ہیں۔''

''ج... جی ہاں۔''

''بس تو آئیے میرے ساتھ... میں آپ ہی کو لے جانے کے لیے آیا ہوں۔''

''شکریہ! آپ کو کن صاحب نے بھیجا ہے۔'' شوکی نے فوراً پوچھا۔

''آئی جی صاحب نے۔''

''بہت خوب! اس کا ثبوت؟'' شوکی مسکرایا۔

''کیا مطلب... اس کا ثبوت؟'' وہ چونکا۔

''ہاں! ہمیں کیا پتا! آپ اصل آدمی ہیں یا نہیں۔''

''بات معقول ہے... خیر میں آپ کی آئی جی صاحب سے بات کرا دیتا ہوں۔''

''آپ نہیں... ہم کرائیں گے۔'' شوکی نے فوراً کہا۔

''کیا مطلب۔''

''میں آئی جی صاحب کو فون کرتا ہوں... پھر آپ ان سے بات کریں۔''

''ٹھیک ہے... کریں پھر۔'' اس نے منہ بنایا... اسے منہ بناتے دیکھ کر وہ چونک اٹھے۔

شوکی نے فوراً آئی جی صاحب کا نمبر دبایا۔ ساتھ ہی اس نے کہا:

''اس طرف آجائیں... یہاں لوگوں کا رش ہے۔''

یہ کہ کر وہ ایک پرسکون گوشے کی طرف بڑھا... عین اس لمحے آئی جی صاحب کی آواز سنائی دی:

''ہاں شوکی! پہنچ گئے۔''

''جی ہاں! پہنچ گئے... لیکن ہمیں جو لوگ یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں... ہمیں ان پر شک ہے... لہٰذا پہلے آپ تصدیق

کرلیں، آیا یہ وہی ہیں... جنہیں بھیجا گیا ہے۔''

''اچھی بات ہے... موبائل انہیں دے دو۔''

اس نے موبائل اس کی طرف بڑھا دیا... وہ آئی جی صاحب سے بات کرنے لگا... پھر موبائل شوکی کی طرف بڑھا دیا:

''تم ہی ہو نا شوکی۔'' انہوں نے دبی آواز میں کہا۔

''یہ لوگ درست نہیں ہیں شوکی... میں نے ان سے یہ بات نہیں کہی... تم انہیں صرف چند منٹ باتوں میں لگائے رکھو... کسی طرح... اتنی دیر میں فورس کے آدمی یہاں پہنچ جائیں گے۔''

''ٹھیک ہے... آپ فکر نہ کریں... بلکہ...'' شوکی کہتے کہتے رک گیا۔

''بلکہ کیا شوکی...''

''کیا آپ انہیں ہدایات دے چکے ہیں۔''

''ہاں شوکی... وہ یہاں آس پاس ہی موجود ہیں... میں نے انہیں تمہارے بارے میں بتا دیا ہے... وہ تمہیں پہچانتے ہیں۔''

''یہ اور اچھی بات ہے... لیکن میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا تھا... ہم جو وہاں جا رہے ہیں...'' شوکی یہ کہتے کہتے رک گیا۔

''ہاں! ہاں! کہو شوکی۔''

''ہم جو وہاں جا رہے ہیں تو کیا ہمارے لیے وہاں کا راستہ

صاف ہوگا۔''

''کیا بات کرتے ہو شوکی... وہاں تو پہلے ہی محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد موجود ہیں۔''

''بس میں یہی اطمینان چاہتا تھا... لیکن سر۔''

''یہ کیا شوکی! تم ایک اور لیکن لے آئے۔''

''کیا کیا جائے سر... مجبوری ہے نا۔''

''اوہ! اب میں سمجھا شوکی... تم اس طرح وقت گزار رہے ہو، بہت خوب۔''

''یس سر... کیا کیا جائے... مجبوری ہے۔''

''اور یہ بہت اچھی مجبوری ہے۔''

''تو کیا وہ لوگ ابھی تک آتے نظر نہیں آئے۔''

''جی... جی ہاں... اللہ کی مہربانی سے... اچھا بہت بہت شکریہ۔''

اس نے موبائل بند کر کے ان لوگوں کی طرف دیکھا... وہ دو تھے:

''کیا خیال ہے چلیں۔''

''جی ہاں! چلیں۔''

شوکی نے اپنا ہاتھ انگڑائی لینے کے انداز میں بلند کیا...

پھر چلنے کے لیے مڑا، عین اس وقت دس کے قریب لوگوں نے ان دونوں کو گھیرے میں لے لیا، ان کے ہاتھوں میں پستول تھے:

''تم لوگ زیر حراست ہو۔''

''نہیں۔'' وہ خوف کے عالم میں چلائے۔

''انہیں سپیشل حوالات میں رکھیے گا... ان سے قیمتی معلومات ملنے کی امید ہے... اور ہمارے لیے گاڑی کا انتظام کردیں۔''

''گاڑی تیار ہے... آپ ان دو ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہو جائیں... انہیں بتا دیا گیا ہے کہ آپ کو کہاں جانا ہے۔''

''بہت بہتر!''

اور وہ ان کے ساتھ چلتے کار پارک تک آگئے... وہ دونوں اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے اور یہ چاروں پچھلی سیٹ پر... گاڑی کافی بڑے سائز کی تھی... وہ فوراً ہی روانہ ہوگئی۔ ابھی انہوں نے چند منٹ کا سفر طے کیا تھا کہ شوکی کے موبائل کی گھنٹی بجی... ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا شخص فوراً ان کی طرف مڑا اور سرد آواز میں بولا:

''خبردار! تم فون نہیں سنو گے۔''

''ہائیں... کیا مطلب! یہ کیا بات ہوئی۔''

''یہ وہی بات ہوئی... جس سے بچنے کی تم کوشش کر رہے تھے۔''

''مطلب یہ کہ آپ بھی نقلی ہیں... پھر آئی جی صاحب سے غلطی کیسے ہوگئی۔''

''غلطی تو اچھوں اچھوں سے ہو جاتی ہے... آخر ہماری بھی تو کوئی معلومات ہیں... اور تم لوگوں کو یہ بھی بتا دیں... تم کچھ بھی کر لو... ہم اجگر زواری کا خاتمہ کر کے رہیں گے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے... تم لوگ تو بہت خوفناک باتیں کر رہے ہو... ہم ٹھہرے کمزور اور غریب لوگ... لہٰذا کچھ کم خوفناک باتیں کر لیں۔'' آفتاب نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔ ادھر موبائل کی گھنٹی بجتے بجتے خاموش ہوگئی۔

''ہاہاہا... ابھی تم نے خوفناک باتیں سنی کب ہیں... وہ تو ہم اب سنائیں گے، جس جگہ ہم تمہیں لے جا رہے ہیں... وہ جگہ بھی کچھ کم خوفناک نہیں ہے... پھر وہاں کے نگرانی کرنے والے اور زیادہ خوفناک ہیں... اور اس سے بھی زیادہ خوفناک بات یہ ہے کہ وہاں تمہارے باقی ساتھی بھی پہنچا دیے جائیں گے...''

''چلو اچھا ہے، خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے سب کے سب۔'' آفتاب نے دانت نکال دیے۔

''تم لوگ خود کو بہت چالاک خیال کرتے ہو... اب پتا چ

گا۔''

''اچھی بات ہے... اب نہیں کریں گے۔'' اشفاق نے خوف کے عالم میں کہا۔

''کیا نہیں کرو گے۔''

''اپنے آپ کو بہت چالاک خیال نہیں کریں گے۔'' اخلاق بولا۔

''واقعی اب آئے گا مزہ۔'' ڈرائیور ہنسا۔

''بھائی... اس قدر خوفناک انداز میں نہ ہنسو۔''

''ہاہاہا۔''

پندرہ منٹ کے سفر کے بعد گاڑی ایک شاندار محل نما مکان میں داخل ہوئی... ساتھ ہی دروازہ بند کر دیا گیا:

''چلو نیچے اترو۔'' سرد آواز میں کہا۔

وہ نیچے اتر آئے... ٹانگیں تھر تھر کانپ رہی تھیں...

''یہ تو حال ہے... اور چلے ہیں جاسوسی کرنے... نہ جانے کن بے وقوف لوگوں نے تمہیں جاسوس سمجھ لیا ہے۔''

''جی بس... اب کیا بتائیں... غلطی ہوگئی ان سے۔'' شوکی نے مسکین صورت بنائی۔

''آگے بڑھو۔''

وہ ان کے آگے چلنے لگے... یہاں تک کہ عمارت کے
اندرونی دروازے پر پہنچ گئے... اس وقت انہوں نے شوخ آواز
سنی... آواز جانی پہچانی تھی... انہوں نے چونک کر نظریں
اٹھائیں... اور وہاں موجود شخص کو دیکھ کر دھک سے رہ گئے...
ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

☆☆☆☆☆

ارے باپ رے

ان کے سامنے شوکی برادرز نہیں تھے... وہ تو کوئی اور
ہی تھا... ایک عجیب و غریب شکل اور صورت کا آدمی... یوں لگتا تھا
جیسے وہ کوئی دوسری دنیا کی مخلوق ہو... اس کے ہونٹ بالکل باریک
تھے۔ چہرہ دائرے کی طرح گول تھا۔ اسی طرح آنکھیں بھی بالکل گول
تھیں... ناک چہرے پر ایسے تھی جیسے کوئی نقطہ، آنکھوں کا رنگ گہرا
نارنجی تھا۔ قد کے اعتبار سے وہ چھوٹا سا تھا... زیادہ سے زیادہ پانچ
فٹ قد رہا ہوگا... اس کے ہاتھ پیر بھی پتلے پتلے سے دکھائی دے رہے
تھے... اس کے پاؤں میں کوئی چپل یا جوتا نہیں تھا... پیر عجیب و
غریب تھے... وہ لمبے نہیں تھے... گولائی لیے ہوئے تھے... جیسے
اونٹ کے ہوتے ہیں، لیکن اونٹ کے پیر موٹے ہوتے ہیں، پر گوشت
ہوتے ہیں... ان پیروں پر تو گوشت محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا... غرض
کسی بھی اعتبار سے یہ شخص اس دنیا کی مخلوق نظر نہیں آ رہا تھا... اور یہی
وجہ تھی کہ اسے دیکھ کر خوف محسوس ہو رہا تھا... لیکن پھر جیسے فاروق کو

ہوش آگیا... اس کے منہ سے نکلا:

''کون صاحب ہیں آپ... مہربانی فرما کر اپنا تعارف کرا دیں... کیونکہ ہم نے آپ جیسا انسان زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔''

''شن... بن... من۔'' اس کے ہونٹ حرکت میں آئے... آواز منہ سے ایسی نکلی تھی جیسے کوئی باریک سیٹی کی آواز ہوتی ہے۔''

''اس کا ترجمہ بھی کر دیں اور جلدی سے بتا دیں... آپ یہاں تک پہنچ کیسے گئے... راستے میں آپ کو فوجیوں نے کیوں نہیں روکا۔''

اس نے ایک ہاتھ اٹھایا اور اسے گھمایا... گویا وہ کہہ رہا تھا، پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ اس کے جواب میں فاروق نے اس سے بھی زوردار انداز میں اپنا ہاتھ گھمایا، گویا جواب میں اس نے کہا تھا اور ہمیں کون سا پتا ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

اب اس نے چند قدم ان کی طرف بڑھائے:

''ارے ارے... خبردار... آگے نہ بڑھنا... آخر فوجیوں نے تمہیں کیوں نہیں روکا۔'' محمود نے چیخ کر کہا اور پھر جیب سے پستول نکال کر اس کی طرف تان دیا۔

اس کے ہونٹ پھیل گئے... گویا وہ مسکرا رہا تھا... اور اس کا مطلب تھا... اسے پستول سے کوئی خطرہ نہیں۔ اس نے ایک قدم اور بڑھایا... فاروق کے ساتھ اب محمود اور فرزانہ نے بھی پستول نکال لیے تھے... پروفیسر داؤد اس کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے... اچانک ان کے منہ سے نکلا:

''کک... کہیں یہ واقعی کسی سیارے کی مخلوق نہ ہو۔''

''سوال یہ ہے کہ ہمارے فوجیوں کو کیا ہو گیا ہے... انہوں نے اسے روکا کیوں نہیں... ہمیں خطرے سے خبردار کیوں نہیں کیا۔ یا پھر یہ حضرت ان سب کی نظروں سے چھپ کر یہاں تک آگئے ہیں... اے مسٹر رک جاؤ... ورنہ میں گولی مار دوں گا... پھر نہ کہنا... خبردار نہیں کیا تھا۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

''بدھو... جب تم اسے گولی مار دو گے تو پھر یہ بے چارہ کچھ کہہ کیسے سکے گا۔'' فرزانہ جھلا اٹھی۔

''اوہو... یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں...'' انہوں نے محمود کی خوف میں ڈوبی آواز سنی۔

''کیا ہو گیا بھائی... کیا دیکھ لیا تم نے... کیا اس مخلوق سے بھی کوئی عجیب مخلوق دیکھ لی۔''

''وہ... وہ سب لمبے لیٹے ہوئے ہیں... ارے باپ رے

..." خطرہ۔" یہ کہتے ہی محمود نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی... اور چلا اٹھا:

"تم لوگ بھی فوراً اندر آ جاؤ... اس سے پہلے کہ یہ اندرونی دروازے تک پہنچے۔"

محمود کو انہوں نے اس حد تک خوف زدہ پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا... لہٰذا اس کے مشورے پر فوری عمل کیا... اندر کی طرف دوڑ لگا دی اور پھر دروازہ اندر سے بند کر دیا... اب انہوں نے میجک آئی سے باہر دیکھا... وہ مخلوق پرسکون انداز میں دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی... گویا اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی کہ ان تینوں نے دوڑ کر دروازہ بند کر لیا ہے:

"اب بتاؤ محمود... تم نے کیا دیکھا تھا۔"

"فوجی... یا تو مارے جا چکے ہیں... یا سب کے سب بے ہوش پڑے ہیں... کیونکہ ان کے جسموں میں کوئی حرکت نہیں تھی۔" محمود چلایا۔

"کیا... نہیں... فوراً صدر صاحب کو خطرے سے آگاہ کر دیا جائے اور اگر یہاں ہیلی کاپٹر موجود ہے... تو اس میں بیٹھ کر پرواز کر جائیں۔" فرزانہ بولی۔

"میں دروازے پر ٹھہرتا ہوں... تم سب لوگوں کو خبردار

کر دو۔" محمود پوری قوت سے چلایا... اس طرح چیخنے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اندر موجود لوگوں تک اس کی آواز پہنچ جائے۔"

ادھر فاروق اور فرزانہ نے دوڑ لگا دی... وہ ایک ایک کمرے کا دروازہ دھڑ دھڑاتے چلے گئے... پھر دروازے کھلنے شروع ہو گئے اور یک بارگی سب لوگ باہر نکل آئے:

"کیا مصیبت آ گئی... کیا ہو رہا ہے... یہ کیسا ہنگامہ ہے۔" صدر صاحب اور دوسرے چلا اٹھے۔

"صدر انکل... باہر کسی اور سیارے کی مخلوق موجود ہے... اس نے نگرانی کرنے والے فوجیوں کو لمبا لٹا دیا ہے اور اندر کی طرف رخ کر رہی ہے... اگر یہاں کوئی ہیلی کاپٹر موجود ہے... تو آپ لوگ فوراً اس میں پرواز کر جائیں۔"

"نن نہیں... کک... کیا واقعی۔"

"کیا... نہیں..." وہ چلائے۔

اور پھر بھگدڑ مچ گئی... ادھر انہوں نے محمود کی خوف میں ڈوبی آواز سنی:

"وہ... دروازے میں تیزی سے سوراخ کر رہا ہے... صرف چند لمحے بعد وہ اندر ہو گا۔"

"ارے باپ رے... تب پھر محمود تم ادھر آ جاؤ... اور

درمیانی دروازہ بند کر دو ... تاکہ اس کا کچھ وقت اور ضائع ہو جائے۔"

محمود نے کہا اور ان کی طرف دوڑ لگا دی... ساتھ ہی انہوں نے درمیانی دروازہ بند کر دیا... اب انہوں نے دیکھا ... سب لوگ انتہائی تیزی سے اوپر کا رخ کر رہے تھے... انہوں نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ اور اوپر چڑھتے چلے گئے... بنگلے کے اوپر ایک بہت کشادہ چھت تھی اور اس پر ہیلی کاپٹر تیار کھڑا تھا... صدر صاحب اور ان کے ساتھی جلدی جلدی اس پر سوار ہو گئے... پائلٹ پہلے ہی اندر موجود تھا... اس وقت صدر صاحب بولے:

"آپ لوگ بھی اوپر آ جائیں۔"

"جی نہیں۔" محمود کی آواز گونجی۔

"کیا کہا... جی نہیں۔"

"جی ہاں۔" محمود بولا۔

"یہ کیا بات ہوئی... ابھی کہا ہے جی نہیں... اور اب کہہ دیا جی ہاں۔"

"آپ کی بات کے جواب میں کہا ہے... ہم یہیں ٹھہر کر اس کا مقابلہ کریں گے، ہم اپنے لیے نہیں... آپ لوگوں کے لیے خوف زدہ ہیں... آپ لوگ فوراً ایوان صدر پہنچ جائیں... اور

حفاظتی انتظامات کر لیں... کیونکہ یہ مخلوق وہاں بھی آئے گی... اور ہمیں نہیں معلوم... اس سے مقابلے کی صورت میں کیا ہوتا ہے۔"

"میں کہتا ہوں... آپ بھی ہیلی کاپٹر میں آ جائیں۔"

"جی نہیں... ہم اس کا مقابلہ کریں گے... آپ دیر نہ کریں، جس قدر ممکن ہو سکے اوپر ہی اوپر ہوتے چلے جائیں... کیونکہ وہ ہیلی کاپٹر کو بھی نشانہ بنا سکتا ہے۔"

"اچھی بات ہے... جیسے تمہاری مرضی..." صدر صاحب کی آواز سنائی دی اور ہیلی کاپٹر اوپر اٹھنے لگا... وہ کافی تیزی سے اوپر ہو رہا تھا... انہوں نے نیچے جھانک کر دیکھنے کی کوشش کی... لیکن وہ دروازہ اس جگہ سے نظر نہیں آ رہا تھا:

"کیا خیال ہے... نیچے چلیں۔" پروفیسر بولے۔

"ٹھیک ہے انکل... لیکن آپ اپنا کوئی ہتھیار ہاتھ میں لے لیں۔"

"تم فکر نہ کرو۔" وہ مسکرائے۔

ان کے ہاتھ میں ایک گیند نظر آئی... سیڑھیاں اتر کر وہ نیچے آ گئے۔ اندرونی دروازے پر نظر پڑی تو اس میں بھی سوراخ ہوتا نظر آیا... گویا بیرونی دروازے میں اس نے اتنا بڑا سوراخ کر لیا تھا کہ اس سے گزر کر وہ درمیانی دروازے تک آ چکا تھا... یہ دیکھ کر

پروفیسر بولے:

"گویا کوئی دم میں وہ اس دروازے سے بھی نکل آئے گا۔"

"اگر یہ واقعی کسی اور سیارے کی مخلوق ہے... تب تو اس کے پاس ایسا کوئی ہتھیار بھی ضرور ہوگا..."

"ظاہر ہے... فوجی اسے دیکھ کر ہی تو لمبے نہیں لیٹ گئے ہوں گے۔"

"ارے باپ رے... وہ... وہ تینوں کہاں ہیں اور انہیں اس گڑبڑ کی خبر کیوں نہیں ہوئی۔" اسی وقت فرزانہ چلائی۔

"کون تینوں... ملازم۔"

"ہاں..."

"وہ سرونٹ کوارٹر میں ہوں گے... فی الحال یہ ان تک نہیں بلکہ ہم تک پہنچ رہا ہے... لہٰذا اپنی فکر کرو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

عین اس لمحے دروازے کا ایک بڑا ٹکڑا اندر آ گرا اور ساتھ ہی اس نے ادھر قدم رکھ دیا... انہوں نے اس پر فائرنگ کر دی... یہ دیکھ کر وہ سکتے میں آ گئے کہ ان کی گولیوں سے وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں تھا...

"ارے باپ رے... پروفیسر انکل! گیند۔"

"ہاں! کیوں نہیں۔" وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

اور پھر انہوں نے گینداس پر کھینچ ماری... اس نے بچنے کی کوئی کوشش نہیں کی... گینداس کے سینے سے جا ٹکرائی... ایک زوردار دھماکا ہوا، لیکن وہ جوں کا توں کھڑا رہا... اس کا اس گیند نے کچھ بھی نہ بگاڑا:

"آپ کا یہ وار تو خالی گیا۔"

"کوئی پروا نہیں... میرے پاس اس سے بڑے ہتھیار ہیں... لیکن میرا خیال کچھ اور ہے۔"

"اور وہ کیا۔"

"اس کی توجہ ہماری طرف ہے ہی نہیں... یہ تو شاید اجگر زواری صاحب کی تلاش میں ہے۔"

"کیا!!!" وہ چلائے۔

"ہاں بے شک تم یہیں کھڑے رہو... یہ تمہاری طرف آئے گا ہی نہیں... بلکہ میرا خیال ہے یہ سیڑھیوں کی طرف رخ کرے گا۔ اس کے پاس کوئی آلہ ہے... اس آلے کا دوسرا حصہ اجگر زواری کی جیب میں ہے یا ان کے کپڑوں سے لگا دیا ہے... اور انہیں اس کا کوئی علم نہیں... بس یہ اس آلے کی مدد سے اپنے شکار تک پہنچنے کی جستجو میں ہے..."

"کک... کیا واقعی۔"

"تم ایک طرف ہٹ جاؤ... اگر یہ ہماری طرف بڑھا تو میں اس پر وار کردوں گا... اور وہ دھماکا ایسا ہوگا کہ اسے اڑا کر رکھ دے گا۔"

"اچھی بات ہے۔"

وہ دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے... پروفیسر صاحب کے ہاتھ میں اب ایک بم نما چیز تھی... ان کی امید کے عین مطابق... وہ نئی مخلوق ان کی طرف آئی ہی نہیں... بلکہ سیدھی سیڑھیوں کی طرف چلی گئی... پھر انہوں نے اسے سیڑھیاں چڑھتے دیکھا:

"آپ کا خیال ٹھیک نکلا انکل۔"

"تب پھر اس سے اجگر صاحب کو کوئی خطرہ نہیں... بس انہیں خبردار کرنے کی ضرورت ہے..."

یہ کہہ کر محمود نے ان کے نمبر ملائے... جلد ہی ان کی آواز سنائی دی:

"اجگر زواری صاحب! میں محمود بات کر رہا ہوں... آپ بال بال بچے... یہ نئی مخلوق صرف آپ کی تلاش میں ہے... اس نے ہمیں کچھ نہیں کہا... دروازے توڑتی ہوئی اندر آئی اور اب سیڑھیاں چڑھ رہی ہے... اس کا مطلب ہے... اس کے پاس کوئی آلہ ہے

... اور اس آلے کا دوسرا حصہ آپ کے پاس ہے۔"

"مم... میرے پاس... نن نہیں تو۔"

"آپ اپنے کپڑوں اور بیگ وغیرہ کی جلدی جلدی تلاشی لے لیں... ویسے میرا خیال ہے... وہ چیز آپ کے لباس ہی میں ہوگی... مگر نہیں... لباس تو آپ تبدیل کرتے رہے ہیں... اوہ... اس کا مطلب ہے... وہ غیر محسوس طور پر آپ کے جسم سے چپکائی گئی ہے۔"

"کیا بات کرتے ہیں... ایسی کوئی بات نہیں۔"

"آپ اپنے کسی ساتھی سے کہیں... وہ آپ کی کمر کا جائزہ لے... وہاں کوئی ٹیپ نما چیز تو نہیں ہے۔"

"ارے نہیں بھئی۔" وہ ہنسے۔

"آپ جائزہ تو لے لیں... پھر ارے نہیں بھئی کہہ لیجیے گا۔"

"اچھا... اچھی بات ہے۔"

چند سیکنڈ تک خاموشی رہی... پھر ایک آواز ابھری:

"ارے باپ رے... اجگر صاحب... آپ کی کمر پر ایک سیاہ رنگ کی پٹی سی چپکائی گئی ہے۔"

"کیا!!!" وہ چلا اٹھے۔

"اس پٹی کو اتار کر جلا دیں... اور واپس بنگلے پر آ جائیں۔"

محمود نے کہا۔

''اس... اس کا مطلب ہے... اب وہ وار نہیں کرے گا۔''

''نہیں... بلکہ ہم ایک حیرت انگیز منظر دیکھیں گے... بس آپ بے فکر ہو کر آ جائیں... لیکن پہلے اسے جلا دیں۔''

''اچھی بات ہے...''

پندرہ منٹ بعد ہیلی کاپٹر چھت پر اتر رہا تھا اور ادھر وہ مخلوق چھت پر آ چکی تھی... وہ ادھر ادھر ٹکریں مار رہی تھی... یوں لگتا تھا جیسے وہ اندھی ہو گئی ہے... اب جو صدر صاحب اور ان کے ساتھی اترے... سب کے سب بری طرح اچھلے...

اسی وقت مخلوق چونک کر اجگر کی طرف مڑی... یہ دیکھ کر ان کے منہ سے نکلا:

''ارے باپ رے۔'' اجگر زواری چیخے اور پھر انہوں نے دوڑ لگا دی... مخلوق نے بھی فوراً ان کی طرف رخ کیا... وہ قدم اٹھانے لگی۔

''انکل! اب آپ نہ رکیں۔''

''ہاں! آپ لوگ اس طرف آ جائیں... میں اسے اڑانے لگا ہوں... اگر یہ کوئی روبوٹ ہے... تو پھر اس کے ٹکڑے ہمیں زخمی کر سکتے ہیں۔''

سب اس سے دور ہٹتے چلے گئے... ایسے میں پروفیسر داؤد نے بم نما ہتھیار اس پر کھینچ مارا... وہ اس کی کمر سے ٹکرایا اور ہولناک آواز میں لگا۔ اس کے ساتھ ہی اونچا اچھلا اور کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر نیچے آ گرا۔ ان سب کو بھی کوئی نہ کوئی ٹکڑا ضرور لگا... اور سب تھوڑے بہت زخمی ضرور ہوئے۔ اب سب کے سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے:

''تو یہ روبوٹ تھا... حیرت ہے... کمال ہے... لیکن جب اجگر صاحب کی کمر پر سے ٹیپ اتار دی گئی تھی... تو اس کے بعد یہ کیوں ان کی طرف بڑھا۔''

''ہو سکتا ہے... ان کے جسم پر کوئی اور ٹیپ ہو... ہیلی کاپٹر میں جونہی ہمیں ایک ٹیپ نظر آئی... ہم سمجھ گئے کہ بس یہی ہے... لیکن جال پھیلانے والوں نے پکا انتظام کر رکھا تھا... انہوں نے وہ ٹیپ تو دھوکا دینے کے لیے چپکائی تھی... اصل ٹیپ اب بھی ان کے جسم پر کہیں چپکی ہوئی ہے... آپ غسل خانے میں جائیں... اور کسی ساتھی کو ساتھ لے جائیں... ٹیپ مل جائے گی... جلدی کریں... ابھی ہم خطرے سے باہر نہیں ہیں۔'' پروفیسر داؤد نے جلدی جلدی کہا اور وہ ایک ساتھی کو لے کر چلے گئے۔

جلد ہی ان کی واپسی ہوئی تو ایک اور ٹیپ ان کی چپکی

میں نظر آئی... انہوں نے اس کو جلا دیا:

"سوال یہ ہے کہ فوجی پھر کیسے بے ہوش ہو گئے۔"

"شاید وہ اسے کسی دوسری دنیا کی مخلوق سمجھ بیٹھے اور خوف سے بے ہوش ہو گئے... ارے ہاں... پہلے تو ان بے چاروں کی خبر لیں... صدر محترم... آپ اور آپ کے ساتھی ہال میں چلیں... ہم فوجیوں سے بات کر کے آتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" صدر بولے۔

وہ باہر آئے... فوجی ہوش میں آ چکے تھے... لیکن ابھی زمین پر ہی بیٹھے تھے...

"کیوں جناب! آپ کو کیا ہوا تھا۔"

"وہ... وہ... کسی دوسری دنیا کی مخلوق ادھر آ گئی ہے۔"

"ہاں! ہم اسے دیکھ چکے ہیں... اس کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں... آپ یہ بتائیں... بے ہوش کیسے ہو گئے تھے۔"

"اس نے ایک پستول کا ٹریگر دبایا تھا... اس سے دھواں سا نکلا تھا اور ہم گرتے چلے گئے تھے۔"

"اوہ اچھا خیر... اب آپ اپنی ڈیوٹی سنبھالیں... ہم نے اسے ختم کر دیا ہے۔"

"کیا کہا آپ نے... اسے ختم کر دیا ہے۔" وہ چلائے۔

"ہاں! وہ دراصل روبوٹ تھا۔" فاروق مسکرایا۔

"اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

اب وہ ہال میں آئے... سب چپ چپ تھے... جب وہ ان کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے تو صدر صاحب نے کہا:

"یہ چکر سمجھ میں نہیں آیا۔"

"یہ بات بالکل درست ہے... کہ پانچ ملک انجم صاحب کو ہلاک کرنے پر تل گئے... وہ ایسا کیوں چاہتے ہیں، ہمارے خیال میں یہ بات انجم صاحب ضرور بتا سکتے ہیں۔"

"مجھے نہیں معلوم۔" وہ فوراً بولے۔

"خیر... اگر آپ کو یہ بات معلوم نہیں تو اس کیس میں ایک اور عجیب ترین بات ہے..." فرزانہ کی جوشیلی آواز سب کے کانوں سے ٹکرائی:

"اور وہ کیا؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"دیکھیے! یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ روبوٹ دراصل اس ٹیپ کے ذریعے سیدھا ان تک پہنچا تھا... جو ان کے جسم پر چپکائی گئی تھی... ورنہ آپ خود سوچیں... روبوٹ نے کسی اور پر حملہ کیوں نہیں کیا۔"

"بات معقول ہے۔" صدر صاحب بولے۔

"اب سوال یہ ہے کہ ان کے جسم پر وہ پٹی کسی نے لگائی... اور لگائی بھی دو جگہ... اس سوال کا جواب ہم انہی سے چاہتے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

"کیا کہا... مجھ سے... بھلا میں کیا جانوں... اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کسی نے ایسا کیا ہے تو میں ان دونوں پٹیوں کو اپنے جسم پر کیوں رہنے دیتا۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"ہم اب کی بات کر رہے ہیں... اب آپ سوچ کر بتا سکتے ہیں... کوئی آپ کے جسم پر ٹیپ لگانے میں کس طرح کامیاب ہو گیا... کیا یہ بات عجیب نہیں۔" فاروق پرزور لہجے میں بولا۔

"اوہ... اوہ۔" مارے حیرت کے وہ چلائے۔ ایسے میں محمود کے منہ سے نکلا:

"ارے باپ رے۔"

☆☆☆☆☆

یہ تو کھلا ہے

ان کے سامنے ایک دبلا پتلا اور بہت لمبے قد کا انسان کھڑا تھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں... ان میں بہت تیز چمک تھی... ہاتھ پیر بہت کمزور سے تھے۔ ہاتھوں کی انگلیاں ضرورت سے زیادہ لمبی تھیں... چہرہ زرد تھا، جیسے مُردوں کا ہوتا ہے...

اس کی شکل صورت انہیں جانی پہچانی لگی تھی اور آواز بھی، لیکن مسلسل دیکھتے رہنے کے بعد بھی انہیں یہ یاد نہیں آسکا کہ اس کا نام کیا ہے:

"اس طرح گھور گھور کر کیا دیکھ رہے ہو دوستو۔" اس کی باریک آواز نے سنسنی پھیلا دی۔

"وہ... ہم... وہ۔" شوکی ہکلایا۔

"ہاں ہاں کہو... ڈرو مت۔" وہ مسکرایا... لیکن اس کی مسکراہٹ بھی بہت زہریلی تھی۔

"ہم آپ کا نام یاد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں... یاد نہیں آ رہا... واسطہ تو ہمارا آپ سے پڑ چکا ہے۔"

"چھوڑو... نام میں کیا رکھا ہے... آ جائے گا یاد... میں خود تمہیں اتنی مدت بعد دیکھ کر ایک انجانی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔"

"اوہ... اوہ... مم... مجھے یاد آ رہا ہے... کم از کم میں اتنی بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے نام کا پہلا حرف سین ہے۔"

"بھئی واہ... بہت خوب! یہ بات تو ٹھیک ہے... لیکن تم نام کو چھوڑو... کام کی بات کرو... آؤ... پہلے مجھ سے ہاتھ ملاؤ... ویسے اس بات کا زبردست امکان ہے کہ مجھ سے ہاتھ ملاتے ہی تمہیں میرا نام یاد آ جائے۔"

"آئیے پھر... پہلے ہم ہاتھ ملا لیتے ہیں... ہاتھ ملانے سے ہمارا کیا جاتا ہے۔" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں اور کیا۔"

وہ ہاتھ بڑھا کے آفتاب کی طرف آیا... پھر جونہی آفتاب نے اس سے ہاتھ ملایا... وہ بہت زور سے اچھلا اور شوکی سے ٹکرا گیا... دونوں دھڑام سے گرے:

"یہ... یہ ہاتھ ملانے کا کک... کک... کون سا طریقہ

ہے۔" اخلاق چلایا۔

"تم بھی اس طریقے کا مزہ لے لو۔"

"نن... نہیں۔" اخلاق ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"بھئی ہاتھ تو تمہیں ملانا ہو گا... نہیں ملاؤ گے تو یہ جو دروازے میں کھڑے ہیں نا کلاشن کوفوں والے... یہ تم پر گولیوں کی برسات کر دیں گے... اب دیکھ لو... ہاتھ ملانا پسند کرو گے یا گولیاں کھانا۔"

"نن... نہیں۔" یہ کہہ کر اخلاق آگے بڑھا... اس نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا... لیکن اس کا پورا جسم بڑی طرح کانپ رہا تھا:

"انسپکٹر جمشید کے ساتھی اس قدر ڈرپوک ہو سکتے ہیں، میں نے کبھی سوچا نہیں تھا۔" اس نے گہرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تت... تت تو... آ... آپ... اب سوچ لیں۔"

اشفاق جلدی سے بولا۔

ساتھ ہی اس لمبے آدمی نے اخلاق کا ہاتھ تھام لیا... وہ بھی بالکل آفتاب کے انداز میں اونچا اچھلا... اور دور جا گرا:

"یہ... یہ کیا... یہ ہم آج اس طرح اچھلنے کیوں لگے۔"

اشفاق کی لرزتی آواز ابھری۔

"لو... تم بھی مزہ چکھ لو۔"

یہ کہتے ہی وہ آگے بڑھا اور اس نے اشفاق کا ہاتھ
پکڑ لیا... وہ بھی اچھلا:

''اب رہ گیا یہ... وہ اپنے ساتھی سے ٹکرا کر گرا ہے... یعنی
مسٹر شوکی... لیکن ہاتھ ملانے کا مزہ تو اسے بھی چکھانا ہے... کیونکہ
یہ اپنی نوعیت کا ایک ہی مزہ ہے...''

یہ کہہ کر وہ شوکی پر جھکا... کیونکہ وہ ابھی تک اٹھ نہیں
سکا تھا... اس نے اس سے بھی ہاتھ ملایا... شوکی کے جسم کو زبردست
جھٹکا لگا... لیکن چونکہ وہ نیچے گرا پڑا تھا، اس لیے بس اپنی جگہ سے کچھ
ہی دور سرک کر رہ گیا:

''ن... نہیں... ہم... م... ہپ۔'' شوکی کے منہ سے
نکلا۔

''بھائی جان... تت...'' آفتاب نے کچھ کہنا چاہا۔

''بھائی جان تت کیا'' وہ ہنسا۔

''میں آپ سے نہیں... اپنے بڑے بھائی سے کہہ رہا تھا...
یہ کہ اس جملے کا ترجمہ کر دیں۔''

''اوہ اچھا اچھا... خیر بھئی... اب تم پہلے مجھ سے بات کر لو
... بعد میں سوچتے رہنا... میرا نام کیا ہے... سوچنے کا بہت وقت تم
لوگوں کو دیا جائے گا۔ یہ دیکھو...''

اس کی آواز میں نہ جانے کیا تھا کہ وہ اس کی طرف
دیکھنے پر مجبور ہو گئے اور جونہی انہوں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا...
انہیں پھر جھٹکے لگے... لیکن یہ جھٹکے معمولی تھے... ویسے نہیں تھے جیسے
ہاتھ لگانے کی صورت میں انہوں نے وصول کیے تھے:

''تم نے دیکھا... غور سے دیکھو... اب تمہیں فوراً یاد
آ جائے گا کہ میں کون ہوں... لیکن افسوس... تم یہ بات کسی کو بتا
نہیں سکو گے... نہ تمہیں یہ ملاقات یاد رہ جائے گی... تم بس میری
ہدایات پر عمل کرو گے۔''

''ہاں! ہم سن رہے ہیں۔''

''میں نے کیا کہا ہے۔''

''یہ کہ ہم آپ کی ہدایات پر عمل کریں گے۔''

''بالکل ٹھیک... اب سنو... میری ہدایات۔''

پھر اس کی آواز کمرے میں سرسرانے لگی... شوکی
برادرز گہری نیند میں نظر آ رہے تھے... اور کمرے کے دروازے پر
کھڑے کلاشن کوفوں والے بھی حد درجے خوف میں ڈوب چکے
تھے... ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے... شاید وہ
بھی اپنی زندگی میں ایسا منظر پہلی بار دیکھ رہے تھے... جلد ہی ان کے
کان سن سے ہو گئے... اب انہیں کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ پراسرار شخص

شوکی برادرز سے کیا کہہ رہا ہے... آخر کئی منٹ گزرنے کے بعد اس کی باتیں ان کی سمجھ میں آنے لگیں۔ وہ کہہ رہا تھا:

"اب تم پندرہ منٹ بعد بیدار ہو گے... اور وہی کرو گے جو میں نے کہا ہے..."

اس کی آواز بند ہو گئی... اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا... وہ اس انداز میں آگے بڑھے جیسے گہری نیند میں ہوں... انہوں نے شوکی برادرز کو ایک ایک کر کے اٹھایا اور باہر لے جانے لگے۔ باہر گاڑی تیار کھڑی تھی... جلد ہی وہاں گاڑی سٹارٹ ہونے کی آواز گونجی۔

O

انہیں ہوش آیا تو وہ ایک کمرے میں بند تھے:

"یہ... یہ کیا... ہم یہاں کس طرح پہنچ گئے بھلا... اوہ ہاں یاد آیا... ایرپورٹ سے ہی ہم غلط لوگوں کے ہاتھ لگ گئے تھے... یاد آیا... میں نے جب آئی جی صاحب کو فون کرنے کی کوشش کی تھی تو ان میں سے ایک نے ہم پر پستول تان دیا تھا... اس کے بعد کچھ یاد نہیں آ رہا۔"

"بس اس کے بعد وہ ہمیں یہاں لائے ہوں گے... اور کمرے میں بند کر کے چلے گئے ہوں گے۔" آفتاب نے خیال ظاہر کیا۔

"لیکن ہمیں اس گاڑی میں پستول تان دیے جانے کے بعد کوئی بات کیوں یاد نہیں آ رہی۔"

"پپ... پتا نہیں۔" اشفاق کے منہ سے نکلا۔

"اوہ میں سمجھ گیا۔" اخلاق نے مسکرا کر کہا۔

"چلو شکر ہے... تم کچھ سمجھے تو... جلدی بتاؤ"

"انہوں نے ہمیں ضرور کسی طرح بے ہوش کر دیا ہوگا... میرا سر اس قدر بھاری ہو رہا ہے کہ بتا نہیں سکتا..." اخلاق نے بتایا۔

"اس میں شک نہیں... سر تو میرا ابھی بہت بھاری ہے۔" شوکی نے منہ بنایا۔

"اور میرا بھی۔" آفتاب بولا۔

"میری طرف سے بھی یہی بات سمجھ لیں۔" اشفاق نے کہا۔

"یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ ہم چاروں کے سر حد درجے بھاری ہیں... لیکن افسوس! ہمیں کوئی مدد نہیں مل سکتی۔"

"پہلے اس کمرے سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ارے یہ

کیا... میرا موبائل میری جیب میں ہی رہ گیا... وہ موبائل نکالنا بھول گئے... اب ہم آئی جی صاحب سے رابطہ کر سکتے ہیں۔'' شوکی چونکا ...اور پھر اس نے جیب سے موبائل نکال لیا... ان تینوں نے بھی اپنی جیبیں ٹٹولیں... لیکن ان کے موبائل غائب تھے۔

''ہمارے تو نہیں ہیں۔''

''بس تو غلطی سے انہوں نے میرا موبائل نہیں نکالا... اللہ کا شکر ہے۔''

''لیکن ہم آئی جی صاحب کو بتائیں گے کیا... یعنی ہم کہاں ہیں۔''

''اوہ ہاں! یہ مسئلہ بھی ہے... اس کا مطلب ہے... ہمیں کمرے سے نکلنے کی کوشش تو کرنی ہوگی...''

یہ کہہ کر شوکی اٹھا اور لڑکھڑاتے قدموں سے کمرے کی طرف بڑھا۔ اسے اپنے پاؤں من من بھر کے محسوس ہو رہے تھے... آخر وہ دروازے تک پہنچ گیا... اس نے دروازے کا ہینڈل پکڑ کر کھینچا تو وہ کھل گیا:

''بھئی واہ... یہ تو کھلا ہے۔''

اب تو وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے... کمرے سے باہر نکلے تو خود کو دو کمروں کے ایک مکان میں پایا... بیرونی دروازہ باہر

سے بند تھا... دروازے کے پاس سے ہی سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں... وہ اوپر چڑھنے لگے... چھت سے نیچے دیکھا تو وہ جنگل میں تھے...

''کیا خیال ہے... ہم کہاں ہیں۔'' شوکی نے ان کی طرف دیکھا۔

''اسی سڑک کے جنگل میں...'' آفتاب فوراً بولا۔

''اور سڑک ہمیں یاد ہے... لہٰذا ہم آئی جی صاحب کو فون کر سکتے ہیں۔''

''تب پھر بسم اللہ پڑھیں۔'' اشفاق خوش ہو گیا۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔'' شوکی نے کہا اور آئی جی صاحب کا نمبر دبا دیا۔ فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی:

''اُف شوکی... تم لوگ کہاں ہو۔''

''سر! ہمیں ایئرپورٹ سے غلط گاڑی میں لایا گیا... یہ کام پوری منصوبہ بندی سے کیا گیا...''

''خیر! تمہاری کہانی تو ہم بعد میں سنیں گے... پہلے تم یہ بتاؤ... ہو کہاں۔''

اس نے صورت حال بتا دی... پھر آدھ گھنٹے بعد پولیس کی گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں... تو وہ لگے چلانے... ابھی

چھت پر ہی تھے... اور انہوں نے آئی جی صاحب سے بھی کہا تھا
کہ جونہی وہ گاڑیوں کی آوازیں سنیں گے... چیخنے اور چلانے لگیں
گے، لہٰذا آہستہ آہستہ گزرا جائے اور انجن بند کر کے ان کی آوازیں
سننے کی کوشش کی جائے۔

اس ترکیب پر عمل کرتے ہوئے جب گاڑیاں وہاں
سے گزریں اور انہوں نے انجن بند کیے تو ان کی آوازیں سنائی دی
گئیں... اس طرح انہیں مکان کی قید سے نجات ملی... آئی جی
صاحب خود ان کے ساتھ آئے تھے... انہوں نے ان کی کہانی سنی تو
لگے سب ہنسنے...

"خیر! اب یہ سب تم لوگوں کو وہاں پہنچا کر آئیں گے...
محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد وہاں ہی ہیں۔"

"بالکل ٹھیک... اور آپ کا بہت بہت شکریہ! آپ نے
ہمارے لیے اتنی تکلیف کی۔" یہ کہتے ہوئے شوکی کی آنکھوں میں آنسو
آ گئے۔

"نہیں بھئی... تکلیف کیسی... تم لوگ کیا ملک کے لیے دن
رات دھکے نہیں کھاتے پھرتے... اسی وقت کو دیکھ لو... اپنے گھروں
سے یہاں آئے ہو کہ نہیں... سچ بات بھی ہے... یہ قوم تم تینوں
پارٹیوں کی بہت احسان مند ہے۔"

"اب آپ ہمیں شرمندہ تو نہ کریں... آئی جی انکل۔"

"او ہو اچھا... معاف کرنا بھئی۔" وہ ہنس دیے۔

ایسے میں آئی جی صاحب کے موبائل کی گھنٹی بجی...
انہوں نے سکرین پر نظر ڈالی اور بولے:

"محمود کا فون ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے فون آن کیا اور بولے:

"ہاں محمود! سناؤ... کیا خبریں ہیں۔"

"سب سے پہلی تو خوفناک خبر یہ ہے کہ شوکی برادرز ابھی
تک نہیں پہنچے۔"

"الحمدللہ! ہم نے انہیں تلاش کر لیا ہے... اور یہ دو گھنٹے تک
تم لوگوں کے پاس پہنچ جائیں گے ان شاء اللہ! اپنی کہانی یہ تمہیں خود
ہی سنا دیں گے... اور دوسری خوفناک خبر کیا ہے۔"

"حالات بہت ہولناک ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

انہوں نے روبوٹ کی آمد کے بارے میں ساری تفصیل
سنا ڈالی۔ آئی جی صاحب تو دھک سے رہ گئے... ان کے منہ سے نکلا:

"ان حالات میں تو انسپکٹر جمشید کو یہاں موجود ہونا
چاہیے۔"

''اب ان کا فون آن ہے... آپ بات کرلیں۔''

''ٹھیک ہے... میں بات کرتا ہوں... اور یہ لوگ تمہاری طرف روانہ ہو رہے ہیں... پوری طرح ہوشیار رہو... اگر ہم سب لوگوں کی کوششوں کے باوجود دشمن اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو یہ بات ہمارے ملک کے حق میں بہت خوفناک ہوگی... اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ ہم تو اپنے اتنے اہم آدمی کی بھی حفاظت نہیں کر سکتے۔''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں... اور آپ فکر نہ کریں... ہم پوری طرح ہوشیار ہیں۔''

''اللہ کا شکر ہے۔''

یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا... پھر شوکی برادرز کو تفریحی بنگلے کی طرف روانہ کیا اور خود اپنی جیپ میں دفتر کی طرف روانہ ہوئے... اس وقت انہوں نے انسپکٹر جمشید کے نمبر ڈائل کیے... سلسلہ فوراً ہی مل گیا:

''جمشید تم کہاں ہو۔'' وہ چھوٹتے ہی بولے۔

''میں وہاں ہوں سر... جہاں سے مجھ کو بھی کچھ اپنی خبر نہیں آتی...'' انسپکٹر جمشید ہنسے۔

''ہائیں ہائیں جمشید... شاعری کی سوجھ رہی ہے تمہیں۔''

''جی ہاں... جب دشمن غضب کا منصوبہ بناتا ہے تو مجھے

شاعری کی سوجھتی ہے۔''

''اچھا! یہ اندازہ لگایا تم نے۔''

''جی ہاں!''

''پہلے شوکی برادرز کی طرف کی بات سن لو... یہ کہہ کر انہوں نے تفصیل سنا دی... ان کے خاموش ہوتے ہی انسپکٹر جمشید بولے:

''یہ اور زیادہ خوفناک معاملہ ہے۔''

''اور روبوٹ کی تو تمہیں محمود نے سنا ہی دی ہوگی۔''

''جی ہاں! یہی بات ہے۔''

''مطلب یہ ہوا کہ وہ پانچوں ملک پوری طرح تیاری کر کے میدان میں آئے ہیں اور ان کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح اختر زواری صاحب کو موت کے گھاٹ اتارنا ہے... آخر کیوں۔''

''یہ سوال بھی اپنی جگہ بہت اہم ہے... لیکن فی الحال ہمارے پاس اس سوال کا جواب نہیں... ہاں صدر صاحب ان پانچ ملکوں سے رابطہ کر کے یہ سوال ان سے پوچھ سکتے ہیں اور میرے خیال میں ایسا کر لینا چاہیے۔''

''اچھی بات ہے... میں ان تک تمہارا مشورہ پہنچا دیتا

ہوں۔ اس وقت میں نے فون اس لیے کیا ہے کہ ان حالات میں تو
تمہیں بنگلے میں ہونا چاہیے تھا۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... لیکن میں اس کیس میں دور دور
رہ کر ہی کام کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔"

"کیا یہ بات عجیب نہیں۔"

"یوں تو ہماری سبھی باتیں عجیب ہیں سر۔" انسپکٹر جمشید
مسکرائے۔

"اچھی بات ہے... تمہاری تم ہی جانو... وہ کہتے ہیں نا...
جس کا کام اسی کو ساجے اور کرے تو ٹھینگا باجے۔"

"جی ہاں! آپ یہی کہہ لیں... اور آپ فکر نہ کریں... دور
رہ کر بھی میری نظریں بنگلے پر ہیں... دراصل میں اس سازش کا منہ تو
جواب دینا چاہتا ہوں... سازش جس کے بارے میں ابھی کچھ معلوم
نہیں... اس بات کا بھی زبردست امکان ہے کہ اجگر زواری کو ہلاک
کرنے کا چکر ظاہر کر کے کوئی اور کام کیا جانے والا ہو... یعنی دشمن کی
یہ کوشش ہو کہ ہم سب پوری طرح اجگر زواری صاحب کی طرف متوج
ہو جائیں اور وہ دوسری طرف پورے اطمینان اور سکون سے وہ ا
کام کر گزریں اور ہمیں کانوں کان خبر نہ ہو۔"

"اوہ... اوہ... یہ خیال بہت بہت خوفناک ہے جمشید۔"

"مجھے افسوس ہے سر۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور جمشید! تمہیں کس بات پر افسوس ہے۔"

"اس بات پر کہ میں نے آپ کو یہ خوفناک خیال سنا کر خوف
میں مبتلا کر دیا۔"

"آج تم محمود، فاروق اور فرزانہ کے انداز میں باتیں
کر رہے ہو؟" آئی جی صاحب ہنس پڑے۔

"جی بس... کیا بتاؤں... جب میں ان سے دور ہوتا ہوں
تو ان کے انداز میں باتیں کرنے لگتا ہوں اور جب وہ میرے پاس
ہوتے ہیں تو ان کی باتوں پر انہیں ڈانٹتا رہتا ہوں۔"

"ویسے جمشید! ایک بات کہوں۔"

"سر! آپ کہیں... بلکہ جتنی چاہیں کہیں۔"

"نہیں بھئی... اس وقت تو ایک سے ہی کام چلا لو..."

"چلیے ٹھیک ہے..."

"اور وہ بات یہ ہے کہ ان کی باتیں خود مجھے بھی مزے
دار لگتی ہیں۔"

"ارے باپ رے۔" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے اور آئی جی
صاحب نے ہنستے ہوئے فون بند کر دیا۔

○

ادھر شوکی برادرز جب دو گھنٹے کے سفر کے بعد بنگلے کے قریب پہنچے تو انہیں ایک عجیب سا احساس ہوا... وہ یک دم بول اٹھے:

"بس! آپ ہمیں یہیں اتار دیں۔"

"ہم آپ لوگوں کے بارے میں بتائیں گے... تبھی آپ کو اندر جانے کی اجازت ملے گی..." جیپ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے شخص نے کہا۔

"کوئی بات نہیں... آپ ہمیں اتار دیں اور واپس چلے جائیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

وہ جیپ سے اتر گئے۔ جیپ واپس مڑ گئی... جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی... تب انہوں نے بنگلے کی طرف قدم اٹھائے... عین اس وقت شوکی کو ایک زبردست جھٹکا لگا... اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی... وہ بولا:

"ٹھہرو بھئی! ابھی ہم بنگلے میں نہیں جا سکتے۔"

☆☆☆☆☆

دھماکا

محمود کے اس طرح چونکنے پر سب نے اسے گھور کر دیکھا... اجگر زواری نے پریشانی کے عالم میں کہا:

''اب کیا ہو گیا...؟''

''ایک منٹ! ہمارے چند ساتھی آنے والے تھے... لیکن انہیں تو بہت دیر پہلے آ جانا چاہیے تھا... یہ کہہ کر اس نے آئی جی کے نمبر ملائے۔

''انکل: شوکی برادرز اب تک یہاں نہیں پہنچے۔''

دوسری طرف کی بات سن کی اس نے مطمئن انداز میں موبائل آف کر دیا اور ان کی طرف مڑے:

''اللہ کا شکر ہے... ہمارے ساتھی غلط ہاتھوں میں پڑ گئے تھے... انہیں تلاش کیا جا چکا ہے۔ اور اب وہ ادھر کے لیے روانہ ہو چکے ہیں... اب میں آتا ہوں... اپنے سوال کی طرف اجگر زواری صاحب: آپ سوچ کر بتائیں... آپ کے جسم پر دو جگہ ٹیپ کس

وقت چپکائی گئی ہوگی... کیونکہ ان تک پہنچنے کے لیے... ہمیں اس بات کا جواب چاہیے۔''

''میں سوچ چکا ہو... لیکن یہ بات ہے بہت عجیب۔'' وہ بولے۔

''عجیب ہے یا غریب! ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں...'' فاروق نے جلدی سے کہا... صدر صاحب اس کی بات سن کر مسکرا دیے۔ اجگر زواری نے اس پر ایک نظر ڈالی پھر بولے:

''میں یہاں آنے کی تیاریوں میں مصروف تھا کہ اچانک میری کمر پر شدید خارش ہونے لگی اس قسم کی خارش مجھے کبھی نہیں ہوئی تھی... میں نے فوراً اپنے ڈاکٹر کو فون کیا۔ ڈاکٹر صاحب آ گئے تو میں نے انہیں خارش کے بارے میں بتایا۔ انھوں نے کمر کا جائزہ لیا... اس پر کوئی مرہم لگایا اور بس خارش فوراً رک گئی... انھوں نے کہا کہ بس ایک مرتبہ دوا لگانا ہی کافی ہو جائے گی... دوبارہ ضرورت نہیں پڑے گی... بس میں مطمئن ہو گیا... اس کے علاوہ تو کوئی بات یاد نہیں... ٹیپ کے دونوں ٹکڑے کمر پر سے ضرور ملے ہیں... لیکن ڈاکٹر صاحب میرے خاندانی ڈاکٹر ہیں... وہ ایسا کوئی کام نہیں کر سکتے۔''

''آپ انہیں یہاں بلالیں'' محمود بولا۔

"یہاں بلالوں۔"

"ہاں! ہم بھی ان سے سوالات کرنا چاہتے ہیں۔"

"لیکن وہ بہت بڑے ڈاکٹر ہیں... بہت مصروف رہتے ہیں... آپ ان سے فون پر سوالات کرلیں۔"

"فون پر چہرے کے تاثرات نہیں دیکھے جاسکتے... اگر آپ کی طبیعت اچانک خراب ہوجائے تو کیا آپ انہیں یہاں نہیں بلائیں گے۔"

"یہاں کے ڈاکٹر الگ ہیں۔"

"کیا مطلب... ہمیں تو بتایا گیا ہے کہ یہاں صدر صاحب کے علاوہ پانچ وزیر اور تین مشیر آئے ہیں۔ ان کے علاوہ یہاں کے عملے کے لوگ ہیں۔ ان میں دس فوجی ہیں حفاظت کے لیے، ایک باورچی، ایک مالی اور ایک صفائی کرنے والا... لیکن اب آپ کہہ رہے ہیں... یہاں ایک ڈاکٹر بھی ہیں۔" فرزانہ نے حیرت کے عالم میں کہا۔

"آپ کو یہ باتیں کس نے بتائیں..."

"سیف اللہ عامر نے۔"

"میرا خیال ہے... وہ ڈاکٹر صاحب کا ذکر کرنا بھول گیا... یا پھر یہ بات اس نے اس لیے نہیں بتائی کہ ان کا کلینک بنگلے

سے ہٹ کر ہے... یعنی دواؤں کی بو سے محفوظ رہنے کے لئے کلینک الگ بنوایا گیا... بہرحال ان کا نام ڈاکٹر ڈوزی ہے۔"

"آپ نے یہاں آنے کے بعد ان سے تو کوئی علاج نہیں کروایا۔"

"جی نہیں... ان سے تو ابھی تک آمنا سامنا بھی نہیں ہوا... کسی کو ضرورت پیش آئے گی تبھی بلائیں گے نا انہیں۔"

"لیکن وہ مستقل طور پر یہاں رہ کر کیا کرتے ہوں گے..." فاروق نے پوچھا۔

"آپ غلط سمجھے... جب ہمارا پروگرام بنتا ہے... تبھی وہ یہاں آتے ہیں... یہاں کا پروگرام ختم ہوا اور وہ واپس شہر میں۔ ہم لوگوں کے اپنے اپنے ڈاکٹر ہیں۔"

"لیکن یہ کیسا نام ہے ان کا... ڈاکٹر ڈوزی۔"

"انگریز ہیں۔"

"ہوں... اچھا خیر... فی الحال آپ ہماری ان سے فون پر بات کروادیں۔"

"ابھی لیں۔"

اجگر زداری نے موبائل پر اپنے ڈاکٹر کا نمبر ملا دیا... پھر دوسری طرف سے ڈاکٹر کی آواز سن کر وہ بولے:

"ڈاکٹر صاحب... آپ سے کچھ باتیں پوچھنا ہیں... مہربانی فرما کے ان کے سوالات کے جوابات دیں۔"

"جی... کیا مطلب۔"

"آپ نے۔"

"ایک منٹ سر! ہمیں بات کرنے دیں۔"

یہ کہہ کر محمود نے موبائل ان کے ہاتھ سے لے لیا... اور بولا:

"معاف کیجیے گا ڈاکٹر صاحب! یہاں ایک بہت خوفناک مسئلہ پیش آ گیا ہے... کچھ لوگ اجگر صاحب کی جان لینا چاہتے ہیں... اس سلسلے میں ہمیں آپ سے چند سوالات کرنے ہیں..."

"کیا مطلب مجھ سے سوالات کرنے ہیں... میں سمجھا نہیں"... وہ حیران ہو کر بولے۔

"آپ نے چند دن پہلے... اجگر صاحب کی کمر پر کوئی مرہم لگایا تھا۔"

"ہاں! بالکل لگایا تھا تو پھر۔"

"آپ کو ان کی کمر پر کوئی چیز چپکی ہوئی نظر آئی تھی۔"

"کوئی چیز... نہیں... بالکل نہیں۔"

"یا آپ نے کوئی چیز چپکائی تو نہیں تھی۔"

"کیا مطلب... بھلا میں کیوں کوئی چیز چپکاتا... میں نے تو اس پر مرہم لگایا تھا۔"

"ہوں شکریہ۔" یہ کہہ کر اس نے موبائل اجگر زواری کو دے دیا۔ انھوں نے بھی ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا اور فون بند کر دیا۔

"وہی بات ہوئی... ہم اگر ان کے سامنے ہوتے تو ان سوالات کے دوران ان کے چہرے کی طرف دیکھ کر اندازہ لگا سکتے تھے کہ وہ جھوٹ تو نہیں بول رہے ہیں... خیر اب سوال یہ ہے کہ وہ دونوں ٹیپ کس نے چپکائیں۔ خود بخود تو چپک نہیں گئی ہوں گی..."

وہ لگے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے... کیونکہ اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا... آخر محمود نے کہا:

"بہتر ہوگا کہ آپ ڈاکٹر صاحب کو یہاں بلا لیں... یہ سراغ لگانا بہت ضروری ہے کہ آپ کی کمر پر ٹیپ کس نے چپکائی ہیں... ہم انھیں فوراً فارغ کر دیں گے..."

"اچھی بات ہے۔"

اجگر زواری نے کہا اور ڈاکٹر صاحب کا نمبر ملایا... سلسلہ ملنے پر انھوں نے کہا:

"آپ ذرا دیر کے لیے یہاں آ جائیں... مسئلہ بہت سنگین

ہے۔"

"جی اچھا... پتا لکھوا دیں... کیونکہ میں کبھی ادھر نہیں آیا..."

"میں اپنے ایک نائب کو فون کرتا ہوں... وہ اپنی گاڑی پر آپ کو یہاں لے آئیں گے..."

"یہ ٹھیک رہے گا... آپ انہیں میرے پاس دو گھنٹے بعد بھیجیں... تاکہ میں اپنے ضروری کام نمٹا لوں۔"

"جی اچھا!" اجگر زواری نے کہا اور فون بند کر دیا۔

اب انہوں نے اپنے نائب کو ہدایات دیں... یہ ہدایات سن کر فرزانہ بول اٹھی:

"یہ کیا... دو گھنٹے بعد کیوں... آپ ان سے کہیں کہ وہ ابھی روانہ ہو جائیں۔"

"میری عزیزہ... وہ ایک نامور ڈاکٹر ہیں۔ ان کی اپنی مصروفیات ہیں... اور پھر وہ میرے ملازم نہیں ہیں... صرف ہمارے فیملی ڈاکٹر ہیں"... ان کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔"

"آپ یہ بات بھول رہے ہیں... یہ معاملہ آپ کی زندگی اور موت کا معاملہ... اور آپ خود دیکھ چکے ہیں... دشمن کس حد تک آپ کو ختم کرنے کی کوشش میں ہے... آپ انہیں پھر فون کریں۔"

فرزانہ جلدی جلدی کہا۔

"یہ ٹھیک کہہ رہی... اجگر صاحب! آپ انہیں پھر فون کریں اور کہہ دیں... یہ سارا معاملہ تفتیش کا ہے... آپ اسے دو گھنٹے تک آگے نہ سرکائیں۔" اس بار صدر صاحب نے دخل اندازی کی۔

"اچھی بات ہے..." صدر صاحب کے کہنے پر اجگر زواری صاحب فوراً نرم پڑ گئے۔ انہوں نے پھر ڈاکٹر صاحب کو فون کیا۔ ان کی آواز سن کر انہوں نے کہا:

"ڈاکٹر صاحب! میں معافی چاہتا ہوں... آپ کو پھر تکلیف دے رہا ہوں، بات دراصل یہ ہے کہ آپ دو گھنٹے بعد نہیں... اسی وقت آ جائیں... مسئلہ بہت سنگین ہے۔"

بات چیت کو سب سن رہے ہیں... اجگر زواری نے سپیکر آن کر رکھا تھا:

"ادھر بھی مسئلہ سنگین ہے... میں اس وقت آپریشن کر رہا ہوں اور آپریشن کو درمیان میں نہیں چھوڑ سکتا... مریض کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے... میں دو گھنٹے بعد ہی فارغ ہو گا۔"

یہ سن کر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... ایسے میں فرزانہ بول پڑی:

"ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب... کیا یہ آپریشن آپ اپنے

کلینک پر کر رہے ہیں۔"

"ہاں بالکل... میرا اپنا ہسپتال ہے..."

"ٹھیک ہے... شکریہ۔"

"آپ کون صاحب ہیں... اجگر زواری آپ بتائیں۔"

"یہ اس کیس کی تفتیش کرنے والے حضرات ہیں۔"

"اوہ اچھا... آواز بچی کی تھی۔"

"آپ کا اندازہ درست ہے... یہ دراصل انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

"اوہو... اچھا۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

فون بند کرتے ہی فرزانہ ان کی طرف مڑی:

"ان کا کلینک کہاں ہے۔"

"صدر میں... مین روڈ پر۔"

اس نے محمود کو اشارہ کیا، اس نے فوراً خفیہ فورس کے انچارج کے نمبر ڈائل کیے اور سلسلہ ملنے پر بولا:

"ڈاکٹر صاحب! صدر... مین روڈ پر ہسپتال ہے... معلومات درکار ہیں... اس وقت وہ کیا کر رہے ہیں... بہت ہی فوری طور پر معلوم کرنا ہے... بلکہ ان سے ملاقات کر لیں کہ مریض کو دکھانا ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

اس نے موبائل بند کر دیا... اور سب سے مخاطب ہو کر بولا:

"ہمیں چند منٹ انتظار کرنا ہوگا... اس دوران ہم اجگر زواری صاحب سے چند باتیں پوچھ لیتے ہیں... اجازت ہے۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

"فرزانہ تم پوچھو... محمود نے کہا۔"

"اچھی بات ہے... اجگر صاحب... یہ کیا بات ہے کہ پانچ ملک مل کر آپ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔"

"مجھے نہیں معلوم... یہ اطلاعات تو آپ کی ہیں..." انہوں نے منہ بنایا۔

"کیا آپ کے ان پانچوں ملکوں سے تعلقات ہیں۔"

"سرکاری سطح پر تعلقات ہیں... یعنی صدر صاحب کا مشیر ہونے کے ناطے... میری ان پانچ سے نہیں... بہت سے ملکوں سے علیک سلیک ہے اور کوئی نہ کوئی ملکی ضرورت پیش آتی رہتی ہیں... لہٰذا ان حکومتوں سے بات چیت ہوتی رہتی ہے۔"

"ہوں... ٹھیک ہے، ان ملکوں نے آپ سے کوئی مطالبہ تو

نہیں کیا... جو آپ پورا نہ کر سکے ہوں۔"

اگر ایسا کوئی مطالبہ کیا گیا ہوتا تو اس کی حیثیت بھی تو سرکاری ہوتی... لہٰذا انکار کیا جاتا تو وہ بھی حکومت کی مرضی سے نہ کہ میری مرضی۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں، آپ محسوس نہ کریں۔"

"ہمیں اس قسم کے سوالات کرنے پڑتے ہیں..."

"کوئی بات نہیں... ضرور کریں۔ وہ مسکرائے۔"

"آپ کب سے صدر صاحب کے مشیر ہیں۔"

"جب سے یہ صدر بنے ہیں۔" وہ پھر مسکرائے۔ صدر صاحب نے بھی ہنس کر سر ہلا دیا۔

"کیا آپ بتا سکتے ہیں... یہ پانچ ملک آپ کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑ گئے ہیں۔"

"جی نہیں... میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی ہے... ویسے ہمارے ملک کے ان پانچوں سے اچھے تعلقات ہے... اور ظاہر ہے... جب ہم ان سے اس بارے میں پوچھیں گے تو وہ کہیں گے... آپ کی اطلاعات غلط ہیں... ہم تو ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا رہے ہیں۔"

"ہاں! یہی بات ہے... خیر ہم دیکھیں گے کہ اس سلسلے میں

کیا کیا جا سکتا ہے، دشمن ایک وار کر چکا ہے... نہ جانے اس کا دوسرا وار کس رخ سے ہو گا یا کس انداز سے ہو گا... لیکن ہو گا ضرور اور ہمیں۔"

محمود کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے... عین اس لمحے بنگلے کے باہر ایک زوردار دھماکہ ہوا تھا:

وہ بُری طرح اچھلے:

☆☆☆☆☆

ٹیپ

''کیا کہا آپ نے، ابھی ہم بنگلے میں نہیں جا سکتے۔'' آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں! یہی بات ہے...'' شوکی بولا۔

''ہم باہر رہ کر دیکھیں گے... دشمن کیا چاہتا ہے۔''

''دشمن کے بارے میں ہمیں معلوم ہے... وہ اجگر زواری کی موت چاہتا ہے... انہیں ہر قیمت پر ختم کرنا چاہتا ہے۔'' اخلاق نے فوراً کہا۔

''بالکل ٹھیک... اب ظاہر ہے... اس نے اپنا جال چاروں طرف پھیلایا ہوا ہے، یہاں تک کہ اس نے تو یہ کوشش بھی کی ہے کہ ہم یہاں تک نہ پہنچ پائیں... حالانکہ... ہم بھلا اس کے لیے کیا خطرے کا سبب ہو سکتے ہیں... ہم کیا، ہماری بساط کیا... لیکن اس نے ہماری طرف بھی نظر رکھی ہے۔ کیا بات یہی نہیں۔''

''جی ہاں! یہی بات ہے۔'' آفتاب فوراً بولا۔

''جب وہ اتنا خبردار ہے تو اس بنگلے کے آس پاس اس نے کیا کیا جال پھیلا رکھے ہوں گے۔ شاید یہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے... تو کیوں نہ ہم اندر جانے کی بجائے باہر رہ کر ان جالوں کو توڑنے یا کاٹنے کی کوشش کریں۔''

''بات معقول ہے۔'' اشفاق نے سر ہلایا۔

''بس تو پھر اس پاس کا جائزہ لے لو... اور الگ الگ چار درختوں پر چڑھ جاؤ...''

''یہ کام مشکل بتایا آپ نے۔'' آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

''بس کام جب کرنا ہو... تو کیا کیا جائے... مجبوری ہے۔''

انہوں نے پہلے چاروں طرف کا جائزہ لیا... چار درخت منتخب کیے... اور ان پر چڑھ گئے... درخت بنگلے کے دائیں، بائیں اور سامنے تھے... اس کے پچھلی طرف تو چٹان تھی۔ اور چٹان عمودی تھی... لہٰذا اس طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

چاروں درخت اس طرح تھے کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔ اور اشاروں میں باتیں بھی کر سکتے تھے... یا الو کی آواز نکال کر اپنے باقی ساتھیوں کو خبردار بھی کر سکتے تھے۔ انہوں نے درخت پر کافی چوڑے تنے بیٹھنے کے لیے منتخب کر لیے... اور ٹیک

لگانے کا بھی انتظام کرلیا۔ کیونکہ انہیں نہ جانے کب تک انتظار کرنا ت
اس کام سے فارغ ہوکر انہوں نے اطمینان کا سانس لیا... لیکن ان
یہ اطمینان جلد ہی رخصت ہوگیا... کیونکہ شوکی کو ایک درخت پر کو
انسان بیٹھا نظر آگیا تھا... اور وہ درخت ان سے کچھ ہی فاصلے
تھا... یعنی بنگلے سے نزدیک تھا... گویا اب وہ ان کے اور بنگلے
درمیان میں تھا... اب جو انہوں نے باقی درختوں کو غور سے دیک
شروع کیا تو بہت سے درختوں پر آدمی بیٹھے نظر آئے... ان
ہاتھوں میں دوربینیں تھیں... اور کندھوں سے رائفلیں لٹک ر
تھیں... اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ جونہی انہیں حکم ملتا ہے، وہ بن
پر فائرنگ شروع کرسکتے تھے۔

شوکی کے بعد اشفاق، اخلاق اور آفتاب نے بھی ا
لوگوں کو دیکھ لیا... یہ لوگ اس پوزیشن میں تھے کہ بنگلے میں موج
فوجیوں کو آسانی سے نشانہ بنا سکتے تھے... کیونکہ انہیں ان کے بار
میں معلوم نہیں تھا... جب کہ یہ درختوں پر سے ان سب کو صاف دی
رہے تھے... گویا وہ سب شدید خطرے میں تھے... شوکی
سوچا... ان حالات میں وہ کیا کریں... یا وہ کیا کرسکتے ہیں۔ ا
اپنا دماغ بند بند سا لگا جیسے وہ کچھ بھی سوچنے کے قابل نہیں رہ گ
تھا... اسے اس پر بہت حیرت ہوئی... اس نے سوچا اس طرح کا

نہیں چلے گا... اس نے ان تینوں کو نیچے اترنے کا اشارہ کیا... وہ
درختوں پر موجود تمام لوگوں کو نشانہ نہیں بنا سکتے تھے... ان میں چند
ایک تو نشانہ بنتے اور اسی وقت ان لوگوں کی رائفلیں ان پر گولیاں
برسانے لگتیں۔

وہ چاروں نیچے اتر آئے اور ایک بہت تن آور درخت
کے پیچھے آکر بیٹھ گئے:

''اب کیا کیا جائے... ان لوگوں نے تو بنگلے کو پوری طرح
نشانے پر لے رکھا ہے۔''

''لیکن ان کی فائرنگ سے اندر موجود لوگوں کو بھلا کیا
نقصان پہنچ سکتا ہے۔ آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

''نہ جانے ان کا کیا پروگرام ہے... اللہ اپنا رحم فرمائے...
میں خوف محسوس کر رہا ہوں۔'' شوکی بڑبڑایا۔

''تب پھر ہم تیل دیکھتے ہیں... تیل کی دھار دیکھتے ہیں۔''
اشفاق نے کہا۔

''میاں! اس ماحول میں تیل کی دھار مشکل ہی نظر آئے
گی۔'' آفتاب نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

''تب اس کا حل یہ ہے... ہم محمود کو خبردار کردیتے ہیں۔''

''ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔'' اخلاق

شوکی نے موبائل نکالا اور اس پر محمود کا نمبر دبایا... موبائل بند تھا... اس نے فاروق اور فرزانہ کے بھی نمبر ملائے... وہ بھی بند تھے۔

"شاید وہ ضروری میٹنگ میں ہیں... جونہی فارغ ہوں گے... موبائل آن کریں گے... لہٰذا اسی وقت سلسلہ مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔"

شوکی نے موبائل ہاتھ میں لے لیا اور اس کی اسکرین پر بار بار نظر ڈالنے لگا... اس پر نمبر خود بخود بار بار ڈائل ہو رہا تھا... اس طرح کئی منٹ گزر گئے، لیکن محمود سے رابطہ نہ ہو سکا:

"اب کیا کیا جائے۔"

"مجبوری ہے... انتظار کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔"

اور پھر اچانک ایک ہولناک دھماکہ ہوا... وہ بری طرح اچھلے۔ اچھل اچھل کر گرے... لیکن چونکہ وہ ان لوگوں سے کافی فاصلے پر تھے، اس لیے انہیں ان کے اچھل کر گرنے کا پتا نہ چلا... یوں بھی وہ بنگلے کی طرف متوجہ تھے اور دھماکہ بھی بنگلے کے دروازے کے پاس ہوا تھا... ان سب کے رخ تو اسی طرف ہو سکتے تھے نہ کہ اپنے پیچھے کی طرف:

"اس دھماکے کا کیا مطلب ہے بھلا۔" شوکی نے ان کی

طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔

"ظاہر ہے... بنگلے کے لوگ بوکھلا کر باہر آئیں گے... یہ دیکھنے کے لیے کیا ہوا ہے... دھماکا کیسا تھا... اور اس وقت یہ لوگ اجگر زواری کو نشانہ بنا لیں گے۔" آفتاب بولا۔

"ضرور یہی پروگرام ہے... اور موبائل اب تک بند ہے... اب ہم انہیں خبردار کیسے کریں۔"

"میرا خیال ہے... محمود، فاروق اور فرزانہ سب لوگوں کو اندھا دھند باہر ہرگز نہیں آنے دیں گے... یہ بات تو فوراً ان کی سمجھ میں بھی آ جائے گی۔" اشفاق بولا۔

"بالکل ٹھیک... اور کیا اتنی سی بات یہ دشمن لوگ نہیں سمجھتے... پھر انہوں نے دھماکا کیوں کیا ہے۔"

"یہ بات واقعی سوچنے کی ہے۔"

"اگر بنگلے کا دروازہ نہ کھلا تو ضرور یہ بات اندر والے سمجھ لیں گے۔"

وہ انتظار کرتے رہے... لیکن دروازہ نہ کھلا... ایسے میں محمود کا فون آن ہو گیا۔ شاید وہ اس دھماکے کی خبر اپنے والد کو دینا چاہتا تھا... لیکن اس سے پہلے سکرین پر اس کا نمبر اسے نظر آ گیا... لہٰذا اس نے بٹن دباتے ہی کہا:

''ہاں شوکی تم لوگ کہاں ہو... ابھی تک یہاں کیوں نہیں پہنچے۔''

''ہم یہاں کافی دیر پہلے آگئے تھے... لیکن اندر نہیں آئے۔''

''کیوں...؟'' محمود بولا۔

''ہم تیل دیکھنا چاہتے تھے... تیل کی دھار دیکھنا چاہتے تھے۔''

''پھر دیکھ لی۔'' محمود کی آواز ابھری۔

''ہاں! دیکھ لی... یہاں چاروں طرف درختوں پر دشمن موجود ہیں۔ ہم ان سے پیچھے ہیں... یہ دھماکا انہوں نے ہی کیا ہے۔''

''ہوں! لیکن اس دھماکے سے وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے... اللہ تعالیٰ نے اتنی عقل تو ہمیں بھی دی ہے کہ اس طرح کی حرکت کا مقصد فوراً جان جاتے۔''

''اور یہ مقصد تو ہم بھی سمجھ گئے تھے... تو کیا ان میں اتنی عقل نہیں... کہ دھماکا کر دیا۔''

''ہاں! ہم نے اس پہلو پر غور کیا ہے... ابھی تک کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی... لیکن ظاہر ہے... اس دھماکے کا کوئی نہ کوئی مقصد

ضرور ہے، خیر... فی الحال تم یہیں ٹھہرو... میں ابا جان کو فون کر رہا ہوں... ان حالات میں ان سے ہدایات لیے بغیر چارہ نہیں۔''

''ٹھیک ہے... فکر نہ کرو۔''

شوکی نے فون بند کر کے دشمن کی طرف دیکھا... پھر اس نے چونک کر کہا۔

''اوہو! یہ لوگ درختوں سے نیچے اتر رہے ہیں۔''

''تو کیا اب یہ براہ راست بنگلے پر حملہ کریں گے۔'' اخلاق نے پریشان ہو کر کہا۔

''پتا نہیں کیا چکر ہے۔''

جلد ہی انہوں نے دیکھا... وہ ایک طرف کو سرک رہے تھے، لیکن یہ سمت بنگلے کی طرف نہیں، اس سے دور لے جاتی تھی... گویا وہ بنگلے کے پاس سے ہٹ رہے تھے... وہ انہیں دیکھتے رہے اور اپنا رخ تبدیل کرتے رہے... تاکہ وہ انہیں دیکھ نہ لیں... پھر چند منٹ بعد وہ بہت دور چلے گئے۔ ان میں سے کوئی بھی بنگلے کے آس پاس نہیں رہ گیا تھا۔

شوکی نے پھر محمود کا نمبر ملایا... اس کا موبائل مصروف تھا... گویا وہ ابھی اپنے والد کو تفصیل سنا رہا تھا... آخر اس سے رابطہ ہو گیا۔ اس نے فوراً کہا۔

"ہاں! شوکی... کیا رپورٹ ہے؟"

"وہ لوگ چلے گئے... بنگلے سے دور... ہماری نظروں سے اوجھل۔"

"حیرت ہے... خیر... ابا جان سے بات ہوئی ہے... حکومت کی طرف سے پورا ایک دستہ روانہ ہو چکا ہے... بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے گا۔ لہٰذا اب تم اندر آ جاؤ۔"

"مطلب یہ کہ دشمن کو چاروں طرف سے بنگلے پر حملہ آور نہیں ہونے دیا جائے گا۔"

"پروگرام تو یہی ہے... لیکن دشمن کے پاس بھی تو کوئی منصوبہ ہوگا آخر۔"

"لیکن انکل کہاں ہیں۔"

"وہ اپنی پوزیشن نہیں بتا رہے... غالباً اندھیرے میں رہ کر حالات کا جائزہ لے رہے ہیں... تاکہ دوسرے انہیں نہ دیکھ سکیں۔"

"ہوں... تو پھر کیا ہم آ جائیں۔"

"ہاں! بالکل... میں سیف اللہ صاحب کو بتا دیتا ہوں۔"

"سیف اللہ کون ہے۔"

"نگرانی کرنے والے فوجیوں کے انچارج۔"

"ہوں! ٹھیک ہے۔"

اور پھر شوکی برادرز کو بنگلے میں داخل کر لیا گیا... دروازہ بند کر دیا گیا... اندر سب کے رنگ فق تھے... دھماکے نے انہیں پریشان کر دیا تھا... اور دھماکے کی وجہ سے ان کی تفتیش بھی رک گئی تھی۔ جبکہ تفتیش کا جاری رہنا بہت ضروری تھا... یہ سوچ کر محمود نے صدر صاحب سے کہا:

"دھماکے کا مقصد کچھ اور تھا، بنگلہ اڑانا نہیں تھا... اور وہ لوگ اب واپس جا چکے ہیں... لہٰذا ہم اپنا کام شروع کر دینا چاہتے ہیں... اس کے بغیر ہم اس سازش کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"ٹھیک ہے... تم جو چاہو... کر سکتے ہو۔"

"تب پھر ہم ہال میں چلتے ہیں... اپنے سوالات شروع کرتے ہیں... بہتر یہی ہے کہ آپ بھی وہاں تشریف لے چلیں۔"

"ٹھیک ہے... یہی کیے لیتے ہیں۔"

وہ سب پھر ہال میں آ گئے... شوکی برادرز اب ان کے ساتھ بیٹھ گئے، جب کہ باقی لوگ ان کے سامنے بیٹھ گئے:

"ہم آپ سے پوچھ رہے تھے کہ آخر ان پانچوں ملکوں کو آپ سے اچانک کیا دشمنی شروع ہو گئی۔"

"اور میں کہہ چکا ہوں کہ میں اس بارے میں کوئی رائے پیش نہیں کر سکتا... یہ بات خود میری سمجھ سے بھی باہر ہے۔"

”اور اب ایک واقعہ دھماکے والا ہو گیا ہے... ان لوگوں نے بنگلے کے باہر دھماکا کیا ہے... شاید وہ کوئی دھوئیں کا بم تھا... یعنی خالی دھماکا کرنا چاہتے تھے... لیکن کیوں۔“

”تاکہ ہم ڈر جائیں۔“ فاروق کے منہ سے نکلا۔

”کیا کہا... تاکہ ہم ڈر جائیں۔“ صدر صاحب بولے۔

”ہاں: آپ دیکھ لیں... ہم ڈر گئے ہیں یا نہیں اور ہم نے فورس بلوائی ہے یا نہیں۔“

”بالکل یہی بات ہے۔“ فرزانہ نے فاروق کی تائید کی۔

”یہ کیا فرزانہ... تم اور میری تائید کر رہی ہو...“ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

”میں بھی یہی بات کہنے والی تھی... بس تم پہل کر گئے۔“ فرزانہ نے منہ بنایا۔

”تو اس میں منہ بنانے والی کون سی بات ہے۔“ فاروق جل گیا۔

”خبردار ہم اس وقت ایک اہم معاملے پر بات کر رہے ہیں اور ہم گھر میں نہیں ہیں... صدر صاحب ان کے وزرا اور مشیروں کے ساتھ بیٹھے ہیں۔“ محمود نے گھبرا کر کہا۔

”یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے... صدر صاحب بھی

جانتے ہیں اور ہم بھی... لیکن دیکھ لو... ان کے چہرے پر تو ناخوشگواری نہیں ہے۔“

”بالکل یہی بات ہے... مجھے تم لوگوں کی نوک جھوک پسند ہے۔“ صدر صاحب مسکرائے۔

”سن لیا۔“ فاروق چہکا۔

”ہاں سن لیا۔“ محمود نے بھی منہ بنایا۔

ایسے میں تیز تیز قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر سیف اللہ اندر داخل ہوئے:

”سر! ڈاکٹر صاحب تشریف لائے ہیں۔“

”اوہ! انہیں تو ہم بھول ہی گئے... خیر... پہلے ان سے ملاقات ہو جائے ذرا، آپ انہیں لے آئیں۔“

سیف اللہ باہر نکل گئے... جلد ہی وہ ایک دبلے پتلے اور لمبے قد کے آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوئے:

”کیا یہی ہیں ڈاکٹر صاحب۔“ فرزانہ نے اجگر زواری سے پوچھا۔

”ہاں یہی ہیں۔“

”یہ کیوں پوچھا انہوں نے۔“ ڈاکٹر صاحب نے چونک کر کہا۔

''آپ کے میک اپ میں کوئی اور بھی تو آ سکتا ہے۔''

''اوہ... اچھا... خیر... فرمائیے... مجھے یہاں کیوں بلایا گیا ہے۔''

''اجگر صاحب کی کمر پر شدید خارش ہوگئی تھی... آپ نے ان کی کمر پر ایک مرہم لگایا تھا... یہی بات ہے نا۔''

''جی ہاں! بالکل... یہ بات تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔''

''بالکل ٹھیک۔''

''کیا آپ نے اس شکل کی دو پٹیاں بھی ان کی کمر پر چپکائی تھیں۔'' محمود نے کاغذ پر ان کی تصویر بنا کر دکھائی۔

''نہیں... بھلا میں کیوں کوئی پٹی وغیرہ چپکاتا... مجھے تو بس مرہم لگانا تھا... سو لگا دیا۔''

''ہوں... اب سنیے! ان پر روبوٹ سے حملہ کرایا گیا ہے... اور روبوٹ ان پٹیوں کے ذریعے ان کی طرف آیا تھا... کیونکہ یہاں اتنے بہت سے لوگ موجود تھے، ان کی طرف تو اس نے دیکھا بھی نہیں... بس صرف اجگر صاحب کی طرف ہی آیا... اور جونہی ہم نے ان کی کمر پر سے پٹیاں اتاریں... روبوٹ جیسے اندھا ہوگیا... اب سوال یہ ہے کہ ان کی کمر پر وہ پٹیاں کس نے چپکائیں... جب ہم نے ان سے یہ سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ ان کی کمر پر آپ

نے مرہم ضرور لگایا تھا... اور تو ان کی کمر کو کسی نے نہیں چھوا... ان حالات میں آپ سے سوالات کرنے کی ضرورت پیش آئی۔''

''نہیں! میرا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔'' ڈاکٹر صاحب نے فرزانہ کی طرف گھور کر دیکھا... کیونکہ یہ سوال ان سے فرزانہ نے کیا تھا۔

فرزانہ کو ایک جھٹکا سا لگا... دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا... وہ سانپ کی طرح پھنکاری:

''آپ ہاتھ اوپر اٹھا دیں۔''

☆☆☆☆☆

خبردار

وہ سب سکتے میں آگئے... پھر اجگر صاحب کی آواز ابھری:

''یہ کیا... صدر محترم صاحب... میرے معزز مہمان ڈاکٹر صاحب پر پستول تان لیا گیا ہے... آخر یہاں یہ سب ہو کیا رہا ہے... ان بچوں کو اتنی جرأت کس نے دلائی ہے۔''

''ہم یہ سب آپ ہی کے لیے کر رہے ہیں۔'' صدر صاحب کے بجائے محمود بولا۔

''مجھے نہیں چاہیے ایسی تفتیش۔''

''اب آپ کے کہنے سے ہم تفتیش نہیں روک سکتے۔'' محمود سرد لہجے میں بولا۔

''آپ سن رہے ہیں صدر محترم۔''

''ہاں! سن رہا ہوں... میں ان لوگوں کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں... پہلے ان سے وضاحت تو طلب کر لی جائے...

فرزانہ... تم نے ڈاکٹر صاحب کی طرف پستول کیوں تانا۔''

''اجگر زواری صاحب کی کمر پر وہ دونوں پٹیاں انہوں نے ہی لگائی تھیں۔'' فرزانہ کی سرسراتی آواز گونجی۔

''کیا... نہیں... یہ... یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو... اس کا ثبوت؟'' ڈاکٹر صابر بری طرح چلا اٹھا۔

''ہاں کیوں نہیں۔'' وہ مسکرائے۔

''ہاں کیوں نہیں کیا۔'' ڈاکٹر صابر بھنا اٹھا۔

''میں نے کہا ہے... ہم ضرور ثبوت پیش کریں گے۔''

''تو پھر ثبوت پیش کرو... پستول تاننے کی ضرورت نہیں... میں کوئی یہاں سے بھاگ نہیں جاؤں گا۔''

''نہیں... پستول کا رخ بدستور آپ کی طرف رہے گا... آپ حرکت کرنے کی کوشش نہ کریں... محمود... ان کی جیبوں کی تلاشی لو۔''

''اچھی بات ہے۔''

''اجگر صاحب... آپ دیکھ رہے ہیں... سن رہے ہیں... اور خاموش ہیں۔'' ڈاکٹر بولا۔

''میں خاموش نہیں ہوں... لیکن اب جب کہ یہ چیلنج کر رہے ہیں کہ یہ ثبوت پیش کریں گے... تو انہیں موقع تو دینا پڑے گا

...ہاں اگر یہ ثابت نہ کر سکے تو اس صورت میں ضرور ان کی خبر لی جائے گی۔"

"جی نہیں۔" فرزانہ بولی۔

"جی نہیں... کیا جی نہیں۔" اجگر زواری تنک کر بولے۔

"ہماری خبر پھر بھی نہیں لی جا سکے گی... ہمیں تفتیش کی اجازت صدر صاحب نے دی ہے... لہٰذا ہم ہر تفتیش کرنے کا حق رکھتے ہیں... ہاں! ہم ان سے معافی ضرور مانگ لیں گے اور بس۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں... انہیں تلاشی لینے دیں۔" صدر صاحب بولے۔

"جیسے آپ کی مرضی۔" اجگر زواری نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

اب محمود نے ڈاکٹر صاحب کی کمر کی طرف جا کر ان کی جیبوں کی تلاشی شروع کی... ایک ایک جیب دیکھ لینے کے بعد بھی اسے کوئی چیز نہ ملی... چنانچہ اس نے کہا:

"نہیں فرزانہ! تمہارا خیال غلط نکلا۔"

"دیکھا صدر محترم... بلاوجہ میرے ڈاکٹر پر شک کیا جا رہا تھا۔"

"ہوں... چلو فرزانہ تم ڈاکٹر صاحب سے معافی مانگ لو۔"

"جی نہیں! میں ابھی معافی نہیں مانگوں گی... محمود... تم نے تلاشی اچھی طرح نہیں لی۔"

"کیا مطلب؟" محمود چونکا۔

"ان کی کمر کو دیکھنا ہوگا... وہ ٹیپ ان کی بھی کمر پر ہوگی۔"

"کیا!!!" ڈاکٹر صابر چلا اٹھا۔

ان سب کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

"کیوں ڈاکٹر صاحب! کیا ہوا... اب آپ کو۔"

ڈاکٹر صابر کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی... فوراً حنیف اللہ کو اندر بلا لیا گیا... انہوں نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ ڈاکٹر کو قابو میں کر لیا... کمر پر سے کپڑا اٹھایا گیا تو بالکل ویسی ٹیپ اس کی کمر پر چپکی ہوئی تھی:

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔" صدر صاحب بڑبڑائے۔

"جی... کیا مطلب... کون سی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئی۔" فرزانہ چونکی۔

"اجگر زواری صاحب کی کمر پر تو وہ ٹیپ اس لیے چپکی ہوئی تھی کہ روبوٹ کو ان کے ذریعے ان تک پہنچنا تھا... لیکن ان کی کمر پر ٹیپ کس لیے چپکائی ہوئی ہے۔"

"اس ٹیپ سے کئی کام لیے جا سکتے ہیں شاید..."

''اوہ ہاں! خیر... یہ تو اب ان سے تفتیش کی جائے گی...
تو بات ثابت ہو چکی ہے نا... کہ اجگر زواری صاحب کی کمر پر ٹیپ
انہوں نے ہی چپکائی تھی... ورنہ یہ اس ٹیپ کی وجہ بیان کر دیں۔''
ڈاکٹر اب بھی کچھ نہ بولا... اس کے چہرے پر سیاہی
سیاہی تھی... ایسے میں فرزانہ نے مسکرا کر کہا:
''اجگر زواری صاحب! اب آپ کیا کہتے ہیں۔''
''مجھے حیرت ہے... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ شخص بھی
اس سازش میں شریک ہو سکتا ہے... اللہ اپنا رحم فرمائے۔''
''اب ہم اس شخص کو حوالات بھجوا رہے ہیں... ہمارے
انکل اکرام اس سے اگلوالیں گے۔''
''مجھے کوئی اعتراض نہیں... بھلا اب مجھے اس سے کیا
ہمدردی ہو سکتی ہے... جب یہ میرے قتل کی سازش میں شریک ہے۔''
''جی ہاں! آپ نے بالکل درست فرمایا... سیف اللہ
صاحب! آپ اسے لے جائیں... جلد ہی شہر سے ہمارے دفتر کے
آدمی آئیں گے... پہلے ہم اپنے اطمینان کے لیے ان سے ملاقات
کریں گے، پھر انہیں لے جانے کی اجازت دیں گے۔''
''اب آپ جو جی میں آئے کریں... آپ لوگوں سے میری
بدگمانی دور ہو گئی ہے... آپ لوگ تو کمال کے ہیں۔''

''شکریہ! ہم کمال و مال کے نہیں۔'' فاروق نے شرما کر کہا۔
''اور اب تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے۔''
''اب ہم کچھ دیر آرام کریں گے... مطلب یہ کہ علیحدہ
کمرے میں ایک دوسرے سے اس کیس پر بات کریں گے... لہٰذا
ہمیں ایک بالکل الگ کمرہ دے دیا جائے... جہاں ہماری بات چیت
کوئی نہ سن سکے...''
''اچھی بات ہے۔''
ایسے میں فرزانہ کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا... اس
نے ایک ایسا منظر دیکھا تھا کہ جس کے دیکھنے کی وہ زندگی میں کبھی بھی
امید نہیں کر سکتی تھی... پھر وہ پوری قوت سے چلا اٹھی، ساتھ میں اچھلی
بھی۔

ہال میں موجود تمام لوگوں کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا...
بس وہ صرف اتنا دیکھ سکے کہ شوکی کا ہاتھ یک دم اوپر اٹھ گیا تھا...
ساتھ ہی فائر کی ایک آواز گونجی تھی...

○

مارے حیرت اور خوف کے ان سب کا برا حال تھا...

صدر صاحب تک حیرت کا بت نظر آ رہے تھے... ادھر شوکی کا ہاتھ بلند ہوا تھا، ادھر فرزانہ نے اس کے ہاتھ سے پستول چھین لیا تھا... آخر اس نے کہا:

"خبردار شوکی برادرز... تم چاروں ہاتھ اوپر اٹھا دو... تم ضرور نقلی شوکی برادرز ہو۔"

"کیا!!!" محمود، فاروق اور باقی سب چلا اٹھے... لیکن شوکی برادرز چپ تھے... ان پر سکتے کی حالت طاری تھی:

"ہاں! یہ اصل شوکی برادرز نہیں ہیں، ان کے میک اپ میں دشمن کے لوگ ہیں... اب سمجھ میں آیا... راستے میں انہیں کیوں غائب کیا گیا تھا... انہیں غائب کر کے ان کی جگہ ان لوگوں کو بھیجا گیا ہے... اُف مالک! اگر ایک لمحے کی دیر ہو جاتی تو اس وقت یہاں اجگر زواری صاحب کی لاش پڑی ہوتی... شوکی کے میک اپ والے نوجوان نے غیر محسوس طور پر جیب سے پستول نکالا تھا... اور یہ اجگر صاحب کے دل کا نشانہ لے چکا تھا... عین اس لمحے میں نے دیکھ لیا... میں پوری قوت سے چلائی، اچھلی اور اس کا ہاتھ اوپر کر دیا... ٹھیک اس وقت اس نے ٹریگر دبایا تھا... آپ خود سوچیں... کیا ہونے جا رہا تھا۔"

"اُف مالک۔" صدر صاحب بولے۔

"یا اللہ رحم۔" بہت سی آوازیں ابھریں۔

"کیوں... تم لوگ کیا کہتے ہو۔" محمود غرایا۔

"ہم... ہم شوکی برادرز ہیں... مجھے نہیں معلوم... میں نے کیا کیا ہے... شاید میں اپنے ہوش میں نہیں تھا۔" شوکی نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"کیا... کیا تم اصل شوکی ہو... اور تم اپنے ہوش میں نہیں تھے... پھر اب تم کیسے ہوش میں آ گئے۔" فاروق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" اس نے کہا۔

"دیکھو مسٹر... ابھی ہم یہاں میک اُپ کے ماہر کو بلوائیں گے... اور تمہاری قلعی کھل جائے گی۔"

"ضرور بلوائیں۔" شوکی مسکرایا۔

"اوہو... اگر تم اصلی شوکی ہو تو اس بات کی کیا وضاحت کرو گے کہ تم نے اجگر زواری پر گولی کیوں چلائی..."

"میں نے گولی نہیں چلائی... آپ لوگوں کو دھوکا ہوا ہے۔"

"ہائیں ہائیں... ان سب نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور فرزانہ صاحبہ نے اگر تمہارا ہاتھ اوپر نہ اٹھا دیا ہوتا تو اس وقت یہاں میری لاش پڑی ہوتی۔" اجگر زواری نے تیز آواز نکالی۔

"اچھی بات ہے... آپ لوگ پہلے میک اپ کے ماہر کو بلوالیں۔"

"اور اس وقت تک تم لوگوں کو ایک کمرے میں بند رکھا جائے گا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ٹھیک ہے۔"

پھر سیف اللہ نے ان کی تلاشی لی اور انہیں ایک کمرے میں بند کر دیا، ادھر محمود میک اپ کے ماہرین کو فون کر چکا تھا... ایسے میں محمود کے موبائل کی گھنٹی بجی:

"محمود... وقت ضائع کر رہے ہو... ہپناٹائز کے ماہر کو فون کرو۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے فون بند کر دیا... محمود نے جلدی سے اس نمبر پر فون کیا... لیکن موبائل بند تھا... گویا وہ صرف فون کر رہے تھے... ان کی طرف سے کچھ سننے کے لیے تیار نہیں تھے۔

اس نے سوچے سمجھے بغیر ہپناٹائز کے ماہر کو بھی فون کر دیا... جلد ہی یہ وہاں آگئے... پوری طرح اطمینان کرنے کے بعد انہیں اندر لایا گیا اور اس کمرے میں لے جایا گیا جس میں شوکی برادرز کو بند کیا گیا تھا، سیف اللہ کے آدمیوں نے رائفلیں تان لیں... پھر کمرے

کا دروازہ کھولا گیا... شوکی برادرز پرسکون انداز میں بستر پر بیٹھے نظر آئے:

"تم لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے... ہم میک اپ میں نہیں ہیں... اصل شوکی برادرز ہیں... اور اب پوری طرح ہوش میں ہیں... پہلے ہم ہوش میں نہیں تھے۔"

"ہاں شوکی... اب تو ہم بھی یہی بات کہتے ہیں۔" محمود بولا۔

"کیا مطلب؟" سیف اللہ نے حیران ہو کر محمود کی طرف دیکھا۔

"ہم نے نجمی صاحب کو بلایا ہے... پہلے یہ انہیں چیک کریں گے... میک اپ کے ماہرین بعد میں دیکھ لیں گے۔"

"اوہ..." کئی آوازیں ابھریں۔

پھر نجمی صاحب نے شوکی برادرز کی آنکھوں کا معائنہ کیا... انہیں اپنی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کے لیے کہا... اور آخر انہوں نے کہا:

"ان کو ہپناٹائز کیا گیا تھا... لیکن اب یہ اس کے اثر سے آزاد ہو چکے ہیں۔"

"کیا آپ پوری طرح اطمینان کر چکے ہیں... ہوسکتا

ہے... یہ پھر حملہ کر بیٹھیں۔''

''اوہ ہاں! اس کا امکان ہے... تب تو انہیں ٹرانس میں لا کر چیک کرنا پڑے گا۔''

''ضرور ایسا کریں۔''

اب انہوں نے شوکی برادرز پر خود ہپناٹائز کیا... یعنی انہیں ٹرانس میں لائے اور ان سے سوالات پوچھے... پھر انہیں ہدایات دیں... یہ کہ تم لوگ جاگنے کے بعد اپنے ہوش وحواس میں آجاؤ گے... اور سابقہ ہدایات جو ہپناٹائز کر کے دی گئی ہیں، انہیں یکسر بھول جاؤ گے... اور یہ کہ اجگر زواری صاحب پر حملہ نہیں کرو گے... یہ ہدایات دینے کے بعد انہوں نے آخری ہدایت یہ دی:

''اب تم ٹھیک پندرہ منٹ بعد جاگ جاؤ گے... معمول کے مطابق زندگی گزارو گے۔''

اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے... پندرہ منٹ بعد شوکی برادرز جاگ گئے... ان کے چہروں پر قدرے حیرت نظر آئی... پھر شوکی نے کہا:

''شاید ہمیں نیند آ گئی تھی۔''

''ہاں شوکی... یہی بات ہے... ویسے... تمہیں کچھ یاد ہے... تم نے کچھ دیر پہلے یہاں کیا کیا تھا۔'' نجی صاحب نے

پوچھا۔

''ہم نے یہاں کیا کیا تھا... کچھ بھی نہیں...''

''ہوں... ٹھیک ہے... محمود، فاروق اور فرزانہ تم لوگوں کو بتا دیں گے... ٹھیک ہے۔''

نجی صاحب اور میک اپ کا جائزہ لینے والے رخصت ہو گئے... اب محمود، فاروق اور فرزانہ نے شوکی برادرز کو ساری تفصیل سنائی... تفصیل سن کر وہ سکتے میں آ گئے:

''اُف مالک! سازش کرنے والوں نے کس قدر خوف ناک تیاریاں کر رکھی ہیں... ان حالات میں کیا ہم انہیں بچا سکیں گے۔'' شوکی نے کانپتی آواز میں کہا۔

ایسے میں اس کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی... دروازہ بند تو تھا ہی نہیں... انہوں نے دیکھا... بنگلے کی صفائی والا ملازم وہاں کھڑا تھا:

''اس کمرے کی صفائی کرنی ہے صاحب لوگ۔'' اس نے کہا۔

اس کی آواز سن کر محمود، فاروق اور فرزانہ کو عجیب سا احساس ہوا... انہوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھا... پھر محمود کو نہ جانے کیا ہوا... اس نے اچانک پستول نکالا اور بولا:

”خبردار ہاتھ اوپر اٹھا دو۔“

☆☆☆☆☆

حلیہ

اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا، پرسکون آواز میں بولا:

”کیا بات ہے... آپ مجھے ہاتھ اوپر اٹھانے کے لیے کیوں کہہ رہے ہیں... میری تلاشی لینا چاہتے ہیں کیا۔“

”ہاں! یہی بات ہے... کیا نام ہے تمھارا۔“

”میرا نام قمر جان ہے... اور میں یہاں کا پرانا ملازم ہوں... میرے بارے میں سیف اللہ عامر صاحب سے پوچھیں۔“ اس نے منہ بنایا۔

”حالات حد درجے پراسرار اور خوفناک ہیں... اجگر زواری صاحب کے قتل کی سازش ہمیں آہستہ آہستہ اپنی لپیٹ میں لیتی جا رہی ہے... ان حالات میں ہمیں پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔“ محمود کی سرسراتی آواز ابھری۔

”بالکل ٹھیک کہا محمود... ویسے پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ

جائے گا۔"

"کک... کون سا چراغ؟" پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

"جی... وہ پھونک پھونک کر قدم رکھنے والا چراغ!" فاروق بولا۔

"کیا کہہ رہے ہو فاروق۔" مارے حیرت کے خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

"چپ رہو فاروق ادھر ادھر کی نہ ہانکو... دیکھ نہیں رہے... ہم کن حالات کے شکار ہیں۔" محمود جھلا اٹھا۔

"اگر میرے خاموش رہنے سے یہ حالات بدل سکتے ہیں تو میں ابھی چپ سادھ لیتا ہوں... سنا فرزانہ اور انکل۔"

"کیا!!!" وہ بولے۔

"میں چپ سادھ رہا ہوں۔"

"اچھا بھائی سادھ لو جو سادھنا ہے۔" پروفیسر داؤد بے چارگی کے عالم میں بولے۔

"یہ... یہ آپ لوگ کس قسم کی باتیں کرنے لگے... میں ہاتھ اٹھائے کھڑا ہوں... اگر آپ کو مجھ پر شک ہے تو میری تلاشی لیں اور مجھے فارغ کریں... پورے بنگلے کو صاف رکھنا میری ذمے داری

ہے۔" وہ بول اٹھا۔

"حیرت ہے... اتنے بڑے بنگلے کے لیے صرف ایک صفائی کرنے والا۔" خان رحمان نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ہاں! اس لیے کہ ہاتھوں سے تو صفائی کرنا نہیں پڑتی... مشینوں سے کی جاتی ہے... بٹن دبایا... صفائی شروع... بٹن دبایا صفائی کا کام بند۔"

"اچھا خیر... پہلے ہم آپ کی تلاشی لے لیتے ہیں۔"

فاروق نے اس کی خوب اچھی طرح تلاشی لی... اس کی جیبوں سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی:

"حیرت ہے، کمال ہے، افسوس ہے۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"لیکن کس بات پر۔"

"اسی پر تو افسوس ہے کہ ہم نہیں جانتے... ہمیں آپ کو دیکھ کر کیوں حیرت ہوئی تھی۔"

"آپ لوگ اپنی آنکھوں کا علاج کرائیں... اور اب مجھے اپنا کام کرنے دیں۔"

"ایسے نہیں... پہلے ہم سیف اللہ عامر صاحب کو بلائیں گے... اس وقت بات ہوگی۔"

''ضرور بلائیں... میں بھی حاضر ہو جاؤں گا... بس اب مجھے صفائی کرنے دیں۔''

''ایسے نہیں۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''ایسے نہیں، کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ ایسے نہیں... پہلے ہم سیف اللہ صاحب کو بلائیں گے... اگر انہوں نے بھی اطمینان ظاہر کر دیا تو آپ پر سے شک ختم ہو جائے گا۔''

''چلیے پھر یہ بھی کر لیں۔'' وہ مسکرایا۔

اور پھر انہوں نے سیف اللہ عامر کو وہاں بلوا لیا... اس وقت محمود نے کہا:

'' سیف اللہ صاحب... ہمیں قمر جان صاحب پر شک ہے۔''

''جی... کیا کہا آپ نے قمر جان صاحب پر... نن... نہیں... نہیں۔''

''ان پر شک نہ کریں... یہ بہت پرانے ہیں، یعنی اس بنگلے کے اتنے پرانے ملازم ہیں جتنا یہ بنگلہ۔''

'''آپ کا مطلب ہے... ان پر شک نہیں کیا جا سکتا۔''

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''لیکن۔'' محمود نے ڈرامائی انداز میں کہا اور ایک جھٹکے سے رک گیا۔

''لیکن کیا۔''

''لیکن ہم محسوس کر رہے ہیں کہ ان پر شک کیا جا سکتا ہے۔''

''تو کریں... روکا کس نے ہے۔'' قمر جان نے منہ بنایا۔

''آپ بتائیں... کیا یہ صاحب اس وقت سے بنگلے میں ہیں جب سے بنگلہ بنایا گیا ہے۔''

''ہاں! ہم بھی اسی وقت سے یہاں ہیں، دراصل صدر صاحب ہمیں شہر والے بنگلے سے یہاں لائے تھے... مطلب یہ کہ ہم ان کے اطمینان کے لوگ ہیں۔''

''ہوں... اگر یہ بات ہے تو پھر ہمیں ضرور وہم ہوا ہے... لیکن۔'' فرزانہ کہتے کہتے رک گئی۔

''اب یہ تم ایک اور لیکن کہاں سے لے آئیں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''اپنے دماغ کے ایک اور خانے سے۔'' فرزانہ پٹ سے بولی۔

''حد ہو گئی... آخر کتنے خانے ہے تمہارے دماغ میں۔'' فاروق جل گیا۔''

''کبھی گننے کا اتفاق نہیں ہوا... اب اگر سیف اللہ صاحب نے ان کی طرف سے اطمینان دلا دیا ہے تو ہمیں بھی ان صاحب کو شک سے بری کر دینا چاہیے۔''

''جائیں بھئی... آپ شک سے بری ہیں۔''

''جاؤں کہاں... مجھے تو یہاں کام ہے... آپ جائیں۔'' اس نے جھلا کر کہا۔

سیف اللہ یہ سن کر ہنس پڑے... اور انہیں اشارہ کیا کہ یہی بہتر ہے... اور وہ کمرے سے نکل آئے... اس وقت فرزانہ نے دبی آواز میں کہا:

''کچھ بھی ہو... یہ شخص ہے پراسرار۔'' فاروق بڑبڑایا۔

''خیر... اب ہم اس پر بھی نظر رکھیں گے... ارے ہاں... اس بات کا بھی اتفاق ہے کہ دشمن کے کسی شخص نے قمر جان کا میک اپ کر لیا ہو... سیف اللہ عامر کو تو اس بات کا خیال بھی نہیں آیا ہوگا... لہٰذا وہ قمر جان کی صفائی دے سکتے ہیں کہ وہ بہت پرانے ملازم ہیں بھلا...''

''ٹھیک ہے... ہم اس پہلو سے بھی جائزہ لیں گے... سوال یہ ہے کہ شوکی برادرز کو ہپناٹائز کس نے کیا تھا... شوکی... تم بتاؤ... اس کا حلیہ کیا تھا...''

''ہاں! ہم اس کا حلیہ بتا سکتے ہیں... وہ بہت دبلا پتلا تھا۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی اور بہت چھوٹی تھیں۔ ان میں بلا کی چمک تھی... دیکھنے میں بہت نازک اور کمزور جان پڑتا تھا... لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ بہت زیادہ طاقت ور اور مضبوط تھا... جونہی اس نے ہمیں چھوا... ہمیں بجلی کا جھٹکا سا لگا تھا۔''

''کیا!!!'' وہ ایک ساتھ چلائے۔'' ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا... کیونکہ اس حلیے کے مجرم سے ان کا واسطہ پڑ چکا تھا۔

''کیا خیال ہے... یہ کس مجرم کا حلیہ ہے۔'' فرزانہ بولی۔

''کسی نہ کسی کا تو ضرور ہے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔ فرزانہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا اور پھر برا سا منہ بنا کر رہ گئی۔

''یاد نہیں آ رہا... یہ بات یقینی ہے کہ اس حلیے کے مجرم سے ہمارا سابقہ پڑ چکا ہے۔''

''تب پھر فوراً یہ حلیہ ابا جان کو بتا دو... یہ تو کوئی بین الاقوامی مجرم لگتا ہے...''

''اور یہ کیس بھی بین الاقوامی ہے... پانچ بیرونی ملک اس سارے چکر کی پشت پر ہیں۔''

''بالکل ٹھیک۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

اب محمود نے اپنے والد کا نمبر دبایا... لیکن ان کا
موبائل بند تھا:

"خیر... میں کوشش کرتا رہوں گا۔"

عین اس لمحے بھاری قدموں کی آواز سنائی
دی... انہوں نے دیکھا، سیف اللہ عامر ان کی طرف آ رہے تھے:

"لگتا ہے... کوئی نئی خبر سنی ہے آپ نے؟"

"ایک دوست ملک کے صدر کسی فوری ضرورت کے تحت
ملک میں پہنچے ہیں... اور وہ صدر صاحب سے ملاقات کرنا چاہتے
ہیں... حساس ادارے کی طرف سے صدر صاحب کو پیغام ملا ہے کہ
ان سے فوراً ملاقات کرنا ہوگی..."

"تب پھر... آپ ہمارے پاس کس لیے آئے ہیں... ہم
میں تو کوئی بھی صدر صاحب نہیں ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ پیغام صدر صاحب کو مل چکا ہے... انہوں نے اس
بارے میں مشورے کے لیے آپ لوگوں کو بلایا ہے۔"

"انہوں نے اچھا کیا ہے... آئیے چلتے ہیں... ویسے
لگتا ہے، خطرہ اب سر پر آ گیا ہے... اور اب ابا جان کو یہاں
آ جانا چاہیے۔" محمود نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"وہ آس پاس موجود ہیں اور ہم سے بہتر جانتے ہیں کہ

انہیں کب دخل دینا ہے، لہٰذا ان کی فکر نہ کرو... اور اپنا کام کرو۔"
فرزانہ بولی۔

"بات معقول ہے۔" فاروق مسکرایا۔

اب وہ سیف اللہ عامر کے ساتھ چلتے ہوئے صدر
صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے۔ اس وقت صدر صاحب اکیلے
تھے... ان کی پیشانی پر بل پڑے ہوئے تھے:

"خیر تو ہے صدر انکل... آپ پریشان لگ رہے ہیں۔"

"اس وقت کسی ملک کے صدر کا آنا بہت عجیب لگ رہا
ہے... لیکن چونکہ دوست ملک کے ہیں... اس لیے انکار بھی نہیں کیا
جا سکتا..."

"کیا آپ کے خیال میں... ان کی آمد بھی اجگر زواری
صاحب کے سلسلے میں ہو رہی ہے۔" فرزانہ نے پوچھا۔

"میں یہ تو نہیں کہتا... لیکن جن حالات میں ہم گھرے
ہوئے ہیں... ان میں کسی ملک کے صدر سے ملاقات پریشان کن
ہوگی... ہماری توجہ ان کی طرف ہو جائے گی۔ ایسے میں دشمن اجگر
زواری صاحب پر وار کر سکتا ہے۔"

"یہ آپ ہم پر چھوڑ دیں... اور پھر۔" محمود کہتے کہتے رک
گیا۔

"اور پھر کیا۔" صدر صاحب نے اس کی طرف دیکھا۔

"ابا جان بھی یہاں آس پاس کہیں موجود ہیں اور نظر رکھے ہوئے ہیں۔"

"یہ بات واقعی ہمارے لیے اطمینان کا سبب ہے... اس کے باوجود میں اس مہمان کی آمد سے پریشانی محسوس کر رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں... جب میں ان سے ملاقات کروں... تم میرے آس پاس رہو۔"

"بہت بہتر... میرے خیال میں ابا جان کو یہ اتنی اطلاع دے دینی چاہیے۔"

"ہاں! یہ ضروری ہے۔"

محمود نے ایک بار اپنے والد کے نمبر ملائے... اس بار سلسلہ مل گیا:

"السلام علیکم ابا جان! ایک تو نئی اطلاع یہ ہے کہ ایک دوست ملک کے صدر کسی خاص ضرورت کے تحت ہمارے صدر صاحب سے ملاقات کے لیے پہنچنے والے ہیں اور وہ فوری طور پر صدر صاحب سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں... چنانچہ، وہ بنگلے کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔"

"اوہ... ان کے منہ سے نکلا۔"

"کیا یہ بات خطرناک ہے ابا جان۔"

"ہاں بے شک... یہ بات اس سازش کا حصہ لگتی ہے... لیکن خیر دیکھ لیں گے... ان شاءاللہ۔"

"ایک دوسری خبر، شوکی برادرز کو جس شخص نے اغوا کرایا تھا... اس کا حلیہ انہوں نے بتایا ہے... ہم اس حلیے کے مجرم سے ٹکرا چکے ہیں... لیکن ہمیں اس کا نام یاد نہیں آ رہا... لہٰذا آپ کو حلیہ بتا رہے ہیں۔" محمود کہتا چلا گیا۔

"ٹھیک ہے تم حلیہ بتاؤ... نام میں بتا دوں گا۔"

محمود نے وہ حلیہ دہرا دیا... جونہی وہ خاموش ہوا... انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

"اوہ... نہیں۔"

☆☆☆☆☆

کیا!!!

چند لمحے تک خاموشی رہی پھر محمود بولا:

''اس کا مطلب ہے... آپ سمجھ گئے ہیں... یہ کس کا حلیہ ہے۔''

''ہاں! سرا لک کا... ہماری اس سے ٹکر ہو چکی ہے... یہ ہپنا ٹزم کا ماہر ہے... اس کے جسم کو ہاتھ لگایا جائے تو بجلی کا جھٹکا لگتا ہے... کافی خوفناک شخص ہے... اور تم لوگوں کو اب پہلے سے زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے... لیکن آپ کہاں ہیں۔''

''بنگلے کے آس پاس... میں ذرا تیل دیکھ رہا ہوں... تیل کی دھار دیکھ رہا ہوں۔''

''لیکن ابا جان! یہ تیل اور تیل کی دھار دیکھنے کا کون سا طریقہ ہے۔''

''پہلے تو اس دوست ملک کے صدر کو دیکھنا چاہتا ہوں اور

میں دور رہ کر زیادہ بہتر طریقے سے دیکھ سکوں گا۔''

''اچھی بات ہے...''

انہوں نے فون بند کر دیا... اور لگے صدر صاحب کی طرف دیکھنے:

''کیا بات ہے... تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہوں۔''

''جو صدر صاحب آ رہے ہیں، ان کا نام کیا ہے بھلا۔''

''ابراہیم الفاروقی۔''

''کیا آپ کی ان سے کچھ ملاقاتیں ہو چکی ہیں۔''

''ہاں! بہت۔''

''اور آپ انہیں پہچان لیں گے۔''

''کیا مطلب۔''

''میرا مطلب ہے... اگر ان کے میک اپ میں کوئی اور آ گیا تو کیا آپ کو معلوم ہو جائے گا۔''

''خیر... ایسا تو نہیں ہو سکتا۔''

''آپ کا مطلب ہے... ان کے میک اپ میں یہاں کوئی اور نہیں آ سکتا۔''

''ہاں! بالکل... کیونکہ آخر یہ دو ملکوں کے تعلقات کا

معاملہ ہے... حکومتی سطح پر رابطہ کیا گیا ہے... اور وہاں سے صدر ابراہیم الفاروقی روانہ ہو کر ہمارے ملک پہنچے ہیں.. ایوان صدر کے خاص لوگ ایئر پورٹ سے انہیں لے کر آئیں گے... اور وہ ہی لوگ یہاں پہنچائیں گے... ان حالات میں بھلا کوئی دوسرا شخص کیسے ان کی جگہ لے سکتا ہے۔"

"ہوں! اگر اس بارے میں آپ کو پوری طرح اطمینان ہے تب تو ٹھیک ہے... اب یہ بتائیں... اجگرزواری کیسے آدمی ہے۔"

"بہت اچھے، سمجھ دار اور ذمے دار انسان ہیں... ہمارے ملک کے پوری طرح وفادار ہیں۔"

"جو پانچ ملک انہیں ختم کرنا چاہتے ہیں... کیا وہ ہمارے دوست ملک نہیں۔"

"ان پانچوں ملکوں کو دوست ملک تو خیر نہیں کہا جا سکتا... دشمن ملکوں میں بھی ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا... بس یوں کہہ لیں کہ یہ پانچ غیر جانب دار ملک ہیں... ہمارے ان سے تجارتی تعلقات ضرور ہیں... مطلب یہ کہ کوئی ناخوش گوار تعلقات نہیں ہیں۔"

"بہت خوب! اور صدر ابراہیم الفاروقی کے ملک سے کیسے تعلقات ہیں؟"

"ان سے گہری دوستی ہے... دونوں ملک ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں... ذہنی طور پر بھی اور تجارتی طور پر بھی۔"

"شکریہ! ہم اجگرزواری کے لیے فکر مند ہیں... خطرات بہت تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔"

"تو کیا ہمیں ان حالات میں شہر میں چلے جانا چاہیے۔" صدر صاحب نے پوچھا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا... خطرات وہاں بھی بدستور رہیں گے... اپنی فوج یا خاص دستے کے ذریعے آپ اس خطرے سے نہیں نپٹ سکتے... اس سازش کو ہم ہی ناکام بنائیں گے ان شاءاللہ... لہٰذا آپ پریشان نہ ہوں۔"

"اصل پریشانی جمشید کے یہاں نہ ہونے سے ہے۔"

"لیکن وہ ہمیں اطمینان دلا چکے ہیں کہ آس پاس ہی کہیں موجود ہیں، لہٰذا ان کے بارے میں تو آپ بالکل فکر نہ کریں... ضرورت محسوس کرتے ہی وہ منظر عام پر آ جائیں گے... ایک بات اور... ہم یہ بات سیف اللہ عامر صاحب سے تو خیر پوچھ ہی چکے ہیں... آپ سے بھی پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"بنگلے کا جو صفائی کرنے والا ہے... یعنی... قمر جان

... کیا یہ شخص پوری طرح قابل اعتماد ہے۔''

''اوہ ہاں... وہ اس بنگلے سے بھی پہلے سے میرا خاص ملازم ہے... اور ہرگز غلط نہیں ہو سکتا۔''

''ہمیں وہ کچھ عجیب سا لگا ہے۔''

''نہیں نہیں... اُس پر کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا... بلکہ یہاں جو تینوں ملازم ہیں... اور جو دس فوجی ہیں... بس یوں سمجھ لو... تم لوگوں کی طرح اعتماد کے قابل ہیں... یہ لوگ جان تو دے سکتے ہیں... بک نہیں سکتے... نہ کسی کا آلہ کار بن سکتے ہیں... اور نہ کسی سازش کا حصہ بن سکتے ہیں۔''

''شوکی برادرز کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے... کیا یہ بک سکتے ہیں... آپ کے یا اجگر زواری صاحب کے خلاف کسی سازش کا حصہ بن سکتے ہیں...''

''نن نہیں۔'' وہ ہکلائے۔

''تب پھر... شوکی نے کیوں اجگر زواری صاحب پر پستول تان لیا تھا... وہ تو فرزانہ اس کا ہاتھ اوپر نہ کراتی تو اجگر زواری تو گئے تھے کام سے۔''

''اوہ ہاں... واقعی۔''

''لہٰذا ان حالات میں کسی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا... یعنی یہ

مطلب نہیں کہ کوئی غداری پر اتر آئے گا... جی نہیں... بلکہ پنا ٹزم کے بل پر اس سے ایسا کام لیا جا سکتا ہے... کیا خبر... سرامک نے کسی طرح قمر جان پر پنا ٹائز کر دیا ہو... اور کسی وقت وہ اجگر پر فائر کر دیں۔''

''نن نہیں...''

''اور صدر محترم... یہ کام آنے والے دوست ملک کے صدر سے بھی لیا جا سکتا ہے۔''

''کیا!!!'' صدر چلا اٹھے... ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا...

عین اس لمحے بھاری قدموں کی آواز سنائی دی... پھر سیف اللہ عامر اندر داخل ہوتے ہوئے بولے:

''صدر محترم! مہمان صدر تشریف لے آئے ہیں۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے نکلا اور پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے... اس وقت محمود نے سرگوشی کی:

''ہم خوف محسوس کر رہے ہیں۔''

''تب پھر جمشید سے کہو... وہ بھی اب آ جائیں... کہیں پانی سر سے اونچا نہ ہو جائے۔''

''پانی تو پہلے ہی سر سے اونچا ہو چکا ہے... کیا آپ مہمان

صدر سے ملاقات سے انکار کر سکتے ہیں۔" فرزانہ نے سرد لہجے میں کہا۔

"م... ن... نہیں۔"

"جب کہ ہم چاہتے ہیں... آپ ان سے ملاقات نہ کریں۔"

"اب یہ ممکن نہیں... دونوں ملکوں کے تعلقات خراب ہو جائیں گے اور اس کے نتائج زیادہ برے نکلیں گے۔" انہوں نے انکار میں سر ہلایا۔

"اچھی بات ہے... ہماری ایک بات ضرور مان لیں۔"

"اور وہ کیا؟"

"ان سے ملاقات ہماری موجودگی میں کریں۔"

"اور اگر انہوں نے کہا کہ وہ مجھ سے تنہائی میں بات کرنا چاہتے ہیں تو؟"

"تو آپ انکار کر دیں۔" فرزانہ تیز لہجے بولی۔

انہوں نے چونک کر فرزانہ کی طرف دیکھا... پھر دھیمے لہجے میں بولے:

"یہ انکار میرے لیے بہت مشکل ہو جائے گا۔"

"لیکن آپ کو ایسا کرنا ہوگا..."

"اوہو... سوال تو یہ ہے کہ کیوں... خطرہ تو اجگر زواری کی ذات کو ہے... اور خوف تم میرے لیے محسوس کر رہے ہو۔"

"اس لیے کہ سازش یہ بھی ہو سکتی ہے۔" فرزانہ مسکرائی.. مگر عجیب انداز سے۔

"کیا مطلب؟"

"ظاہر یہ کیا جا رہا ہے کہ اجگر زواری کو ٹھکانے لگایا جائے گا اور اس پردے میں وار آپ پر کر دیا جائے۔"

"کیا!!!"

وہ چلا اٹھے... عین اس لمحے بھاری قدموں کی آواز نزدیک آنے لگی... ان کے دل دھک کرنے لگے...

☆☆☆☆☆

نصف اتفاق

سیف اللہ عامر اندر داخل ہوئے... اور بولے:

''سر! مہمان صدر تشریف لا رہے ہیں۔'' یہ کہتے ہی سیف اللہ دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے اور پھر ان کے سامنے سے ہو کر لمبے اور دبلے جسم کے مالک مہمان صدر اندر داخل ہوتے نظر آئے... صدر صاحب فوراً اٹھ کھڑے ہوئے... اور ان کی طرف لپکے:

''نزدیک پہنچتے ہی دونوں گلے ملے۔''

''خوش آمدید۔'' صدر بولے۔

''کیسے ہیں میرے دوست۔'' ابراہیم الفاروق بولے۔

''الحمدللہ!'' صدر صاحب نے کہا... پھر وہ صوفے پر ساتھ ساتھ بیٹھ گئے... سیف اللہ عامر نے باہر نکلتے ہوئے دروازہ بند کر دیا...

''بہت دنوں بعد ملاقات ہو رہی ہے۔'' صدر صاحب بولے۔

''جی ہاں! بس! ملکی حالات ہی ایسے ہیں... اوہو... یہ... یہ کون لوگ ہیں اور کمرے میں کیوں موجود ہیں۔'' مہمان صدر نے ان کی طرف دیکھ کر چونکنے کے انداز میں کہا۔

''اوہ ہاں! یہ لوگ... دراصل اس وقت ہم لوگ بھی بہت ہی عجیب وغریب حالات کا شکار ہیں... میرے سب سے قریبی مشیر انجم زواری کی زندگی خطرے میں ہے... ان پر دو مرتبہ بہت خوفناک قسم کے وار ہو چکے ہیں... بس اللہ کی مہربانی سے ان لوگوں کے ذریعے وہ بال بال بچے ہیں... اور اس وقت بھی وہ شدید خطرے میں ہیں... اس لیے یہ لوگ یہاں موجود ہیں۔''

''آپ کا مطلب ہے، اس کمرے میں۔''

''جی نہیں... بنگلے میں۔''

''لیکن صاحب صدر آپ کے مشیر اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں... لہٰذا انہیں تو وہاں موجود ہونا چاہیے... جہاں اس وقت انجم صاحب ہیں۔''

''آپ کی بات معقول ہے... تم اس بارے میں کیا کہتے ہو۔'' صدر صاحب نے مسکرا کر پہلے مہمان صدر سے کہا، پھر ان کی طرف دیکھا۔

"ہمیں اس بات سے نصف اتفاق ہے۔"

"کیا کہا نصف اتفاق؟" صدر صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں! ہم میں سے نصف ان کے پاس چلے جاتے ہیں... نصف یہیں ٹھہریں گے۔"

"لیکن یہاں کیوں... خطرہ تو اجگر زرواری صاحب کو ہے نہ کہ صدر صاحب کو۔" مہمان صدر نے کہا۔

"ان کا ایک خیال یہ ہے کہ ہو سکتا ہے، دشمن ظاہر یہ کر رہے ہوں کہ اجگر زرواری صاحب کو ختم کرنا ہے... لیکن ان کا اصل نشانہ میں ہوں۔" یہ کہتے ہوئے صدر صاحب مسکرائے۔

"اوہ! لیکن اس وقت تو آپ مجھ سے بات کر رہے ہیں..."

"بالکل ٹھیک... تم نے سنا بھئی... انہوں نے کیا کہا ہے... اب ان کی بات کا جواب بھی تم ہی دو۔" صدر صاحب نے گویا بے چارگی ظاہر کی۔

"جی بہتر! حالات بہت پراسرار ہیں... یہاں ہمارے ساتھ جو گزر چکی ہے، اس کے بارے میں مہمان گرامی کو معلوم نہیں... احتیاط کا تقاضا ہے کہ ہم آپ کو تنہا نہ چھوڑیں۔"

"آپ نے سنا مہمان گرامی۔" صدر بولے۔

"لیکن ان حالات میں ہم بات چیت کیسے کر سکیں گے۔"

"ان سے ملک کی کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی جاتی۔"

"یہ بات آپ اپنے ملک کے بارے میں کہہ سکتے ہیں... میں تو اپنے ملک کی بات ان کے سامنے نہیں کر سکتا۔"

"ہاں! آپ کی یہ بات بھی درست ہے... تم لوگ اس بات کے جواب میں کیا کہتے ہو۔" انہوں نے پھر بے چارگی محسوس کرتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

"وہی... جو پہلے کہہ چکے ہیں... ہماری آپ کے پاس موجودگی بہت ضروری ہے... اگر مہمان گرامی کو یہ بات پسند نہیں یا منظور نہیں تو پھر جو بات یہ کرنے کے لیے آئے ہیں... وہ پھر کسی وقت پر ہو جائے... یعنی پہلے ہم اس خطرے سے نپٹ لیں... اور ظاہر ہے... یہ خطرہ لمبا ثابت نہیں ہوگا... جو ہوتا ہے، ایک دو دن کے اندر ہو جائے گا۔"

"اب فرمائیے... آپ کیا کہتے ہیں۔" صدر صاحب نے پھر مہمان کی طرف دیکھا۔

"میرا خیال ہے... آپ نے انہیں کچھ زیادہ ہی سر لگا رکھا ہے... خیر... میں ان کی موجودگی میں بات نہیں کروں گا... آج

رات یہاں گزار کر صبح چلا جاؤں گا... یہ بات چیت اب ہو گی
نہیں... اس کا فیصلہ میرے ملک کی کابینہ کرے گی... میں خود نہ
کروں گا... میں اب مہمان خانے میں جانا پسند کروں گا۔'' مہما
صدر نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

''آپ برا مان گئے...'' صدر بولے۔

''بات ہے ہی برا ماننے کی۔''

''لیکن ہم مجبور ہیں... آپ پہلے یہاں گزرنے وا
حالات سن لیں۔''

''میں کچھ نہیں سننا چاہتا... صرف مہمان خانے میں
چاہتا ہوں۔'' وہ بولے۔

''اچھی بات ہے۔''

یہ کہہ کر صدر نے گھنٹی بجا دی... فوراً ہی دروازہ کھلا
سیف اللہ عامر اندر داخل ہوئے:

''مہمان صدر کو مہمان خانے میں پہنچا دیا جائے اور ان
آرام کا ہر ممکن خیال رکھا جائے۔''

''بہت بہتر ہے۔''

پھر مہمان صدر ان کے ساتھ چلے گئے۔ اب صدر
کی طرف مڑتے ہوئے بولے:

''کیا تم ان پر شک کر رہے ہو۔''

''جی ہاں! ہو سکتا ہے... یہ دوست ملک کے صدر نہ
ہوں... ان کے میک اپ میں کوئی اور شخص ہو... اگر آپ ہمیں
اجازت دے دیں تو ہم میک اپ چیک کروا لیتے ہیں۔''

''اس طرح تو وہ اور بگڑ جائیں گے۔''

''لیکن ہمارے لیے یہ بہت ضروری ہے۔''

''اچھی بات ہے... ماہرین کو بلا لو۔''

''بہت بہت شکریہ اور اب ہم میں سے نصف آپ کے ساتھ
رہیں گے اور نصف اجگر زواری کے ساتھ... آپ انہیں یہ بات
بتا دیں۔ ہم تمام رات ان کے کمرے میں رہیں گے... وہ کوئی
اعتراض نہ کریں۔''

''اچھی بات ہے... میں یہ بات ان سے کہہ دیتا
ہوں... صدر صاحب مسکرائے۔''

پھر انہوں نے اجگر زواری صاحب سے بات کی اور
فون بند کر کے ان کی طرف مڑے:

''انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ وہ تو یہ سن کر خوش
ہوئے ہیں۔''

''اچھی بات ہے... آپ سیف اللہ صاحب کے ساتھ شوکی

براورز کو ان کے کمرے میں بھجوادیں ... کیوں شوکی ... تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔"

"اعتراض تو کوئی نہیں ... لیکن میں کچھ دیر پہلے ان پر پستول تان چکا ہوں ... اس لیے مجھے دیکھ کر وہ خوف میں مبتلا ہو جائیں گے ... اس لیے ہم یہاں رہیں گے صدر صاحب کے پاس اور تم لوگ چلے جاؤ وہاں۔" شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"بات معقول ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"چلو ٹھیک ہے ... پھر یونہی سہی۔"

اور پھر سیف اللہ عامر انہیں لیے اجگر زواری کے کمرے میں آئے۔ انہیں وہاں چھوڑ کر وہ باہر نکل گئے:

"آپ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرلیں۔"

"اچھی بات ہے۔" انہوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے ایک بٹن دبا دیا ... دروازہ کھٹ سے بند ہو گیا۔

"اب بتائیں! آخر پانچ ملک آپ کی جان کیوں لینا چاہتے ہیں۔"

"میرے خیال میں تو یہ کوئی چکر ہے ... نام ان پانچ ملکوں کا لیا جا رہا ہے ... جیسے آپ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اصل میں تو کچھ لوگ صدر صاحب کی جان لینا چاہتے ہیں، نام میرا لیا جا رہا ہے ...

تاکہ ساری توجہ میری طرف رہے اور وہ لوگ چپ چپاتے اپنا کام کر جائیں۔"

"ہوں ... اس بات کا امکان بہر حال ہے ... لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم آپ کی طرف سے بالکل توجہ ہٹا لیں ... اسی لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم میں سے نصف آپ کے پاس رہیں گے اور نصف صدر صاحب کے۔"

"یہ اچھا کیا آپ لوگوں نے۔" اجگر زواری مسکرائے۔

"فرض کرلیں ... ہمارا خیال غلط ہے ... یہ معاملہ صدر صاحب کا نہیں ہے ... خالص آپ کا ہے ... یعنی کچھ لوگ آپ ہی کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں، اور وہ وہی پانچ ملک ہیں ..."

"جب یہ بات ہے ہی نہیں تو میں کیوں کچھ کہوں گا ... میں تو یہی کہتا ہوں کہ ان پانچوں کو مجھ سے کوئی دشمنی نہیں ... اور یہ کوئی اور چکر ہے ... مطلب یہ ہے کہ مجھے کوئی خطرہ سرے سے نہیں ہے۔"

"آپ بھول رہے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

"کیا مطلب ... میں کیا بھول رہا ہوں۔"

"یہی کہ آپ پر دو مرتبہ حملہ ہو چکا ہے ... اور انہوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کر رکھی ہے۔ روبوٹ کا یہاں آنا ... اور آپ کی کمر پر اس ٹیپ کا دو جگہ چپکا ہونا ... اور اس سازش میں باقاعدہ آپ

کے ڈاکٹر کا شامل پایا جانا... یہ سب باتیں کیا اس طرف اشارہ نہیں کر رہیں کہ ان لوگوں کا نشانہ آپ ہی ہیں... پھر شوکی برادرز کو اغوا کیا گیا... اغوا کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ان کو ٹرانس میں لے لیا جا سکے اور وہ آپ کو نشانہ بنا ڈالیں... بات اس حد تک پہنچ گئی تھی... لیکن اللہ نے عین وقت پر مدد کی... اور یہ دوسرا وار بھی ناکام ہو گیا... لہٰذا اب۔'' محمود کہتے کہتے رک گیا۔

''لہٰذا اب کیا؟'' وہ بے چین ہو کر بولے۔

''لہٰذا اب ان کی طرف سے تیسرا وار ہوگا... اور یہ تیسرا وار اس بات کا بھی فیصلہ کر دے گا کہ ان لوگوں کا نشانہ آپ ہیں یا صدر... اگر ان کا تیسرا وار بھی آپ پر ہوا تو اس میں کوئی شک نہیں رہ جائے گا...''

''آپ تو مجھے ڈرا رہے ہیں... میں تو پہلے ہی ڈرا ہوا ہوں۔''

''ہم ڈرا نہیں رہے... یہ بتلا رہے ہیں کہ خطرہ سر پر ہے... اور ہمیں چاہیے تیسرا وار ہونے سے پہلے پہلے اپنے بچاؤ کی تدابیر کر لیں۔''

''تو پھر کریں روکا کس نے ہے۔''

عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی... انہوں نے

چونک ایک دوسرے کی طرف دیکھا... آخر اجگر زواری نے کہا:

''دروازے پر کون ہے۔''

''یہ میں ہوں... قمر جان صفائی والا...''

''یہ صفائی کا کون سا وقت ہے۔''

''میں اس وقت صفائی کرنے نہیں آیا ہو... صفائی تو صبح سویرے کروں گا... مشینوں کو چار جنگ پر لگانا ہے...''

''او... اچھا...'' یہ کہہ کر اجگر زواری نے ان کی طرف دیکھا... پھر بولے:

''آپ اس شخص سے مل چکے ہیں نا... آپ اسے پہچان سکتے ہیں نا۔''

''ہاں: بالکل۔''

''مجھے یہ شخص بہت پراسرار لگتا ہے... اللہ اپنا رحم فرمائے۔''

''آپ فکر نہ کریں... دروازہ کھول دیں... ہم اسے دیکھ لیں گے ان شاء اللہ۔'' محمود نے پرسکون انداز میں کہا۔

انہوں نے بٹن دبا کر دروازہ کھول دیا... قمر جان فوراً اندر داخل ہو گیا۔ اجگر زواری نے دروازہ بند کر لیا... قمر جان اندرونی کمرے کی طرف قدم رکھ رہا تھا... اس وقت فرزانہ بول اٹھی۔

''قمر جان صاحب... آپ ذرا رکیے۔''

"جی! جی... فرمائیں۔" وہ چلتے چلتے رک گیا۔

"کیا آپ ہر روز اس وقت مشین چارج کرنے کے لیے آتے ہیں۔"

"جی نہیں۔" وہ پرسکون انداز میں بولا۔

"تب پھر... آج کیوں اس وقت آئے ہو؟"

"صبح میں چارجنگ پر لگانا بھول گیا تھا... یہ بات اسی وقت یاد آئی ہے۔"

"کیا یہ مشین چارجنگ کے بغیر کام نہیں کرتیں۔"

"کرتیں ہیں... لیکن ان دنوں لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے نا۔"

"اوہ! تو کیا صدر صاحب کے بنگلے میں بھی لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے۔"

"جی ہاں بالکل... یہ صدر صاحب کی خاص ہدایات ہیں ... جو حال عوام کا وہی صدر کا۔"

"حیرت ہے... کمال ہے... یہ بات اپنے ملک میں ہم پہلی بار سن رہے ہیں... صدر صاحب کا ایسا ذہن کب سے بن گیا۔"

"آج کل حضرت عمرؓ کی سوانح پڑھ رہے ہیں اس کا اثر ہے شاید...."

ایک مولانا سے بھی ملنا جلنا ہے آج کل لیکن وہ بظاہر تو ایسے نہیں کہ اتنے عوام دوست ہوں لینڈ کروزر میں آتے ہیں۔ بڑی ٹھاٹ باٹ سے رہتے ہیں سادگی سے تو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ تین چار مسلح محافظ اور گاڑیوں کا قافلہ بھی ہمراہ ہوتا ہے.... لیکن افسوس تو یہی ہے کہ آج کل ایسے ہی مولانا نیکی اور سادگی کا درس دیتے پھرتے ہیں۔ خود عمل کریں یا نہ کریں۔

"اوہو... اچھا... یہ تو میں بہت حیرت کی بات سن رہا ہوں... لیکن ان باتوں کا آپ کو کیسے پتا ہے... جب کہ وہ عالم تو صدر صاحب ایوان صدر میں ملنے کے لیے آتے ہوں گے۔"

"نہیں... جب صدر صاحب یہاں آتے ہیں تو ایک دو چکر یہاں کے بھی لگاتے ہیں۔"

"اوہو اچھا۔"

عین اسی وقت محمود کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے موبائل جیب سے نکال کر سکرین پر نظر ڈالی... فون صدر صاحب کا تھا۔" وہ کہہ رہے تھے۔

"میرے ایک مہمان ملاقات کے لیے آئے ہیں... شوکی برادرز ان سے ملاقات کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔"

"اوہ!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆☆☆

مولانا

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر محمود نے صدر صاحب سے کہا:

''آپ موبائل شوکی کو دے دیں... ہم بات کر لیتے ہیں۔''

''ضرور... کیوں نہیں۔''

جلد ہی شوکی کی آواز سنائی دی، تو محمود نے کہا:

''ہاں شوکی کیا بات ہے۔''

''صدر صاحب سے ان کے دوست ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ ایک عالم دین ہیں... اب ہم نے تو انہیں دیکھا ہوا نہیں ہے... ہم کس طرح ملاقات کی اجازت دے سکتے ہیں... کیا خبر... عالم صاحب کے میک اپ میں کون آجائے اور پھر ہم سر پیٹتے رہ جائیں۔''

''بات معقول ہے... لیکن اس کا حل ہے۔'' محمود

مسکرا دیا۔

''اور وہ کیا؟'' شوکی نے فوراً کہا۔

''تم لوگ ملاقات سے پہلے ان عالم سے مل لو... اندازہ لگ جائے گا۔''

''مشکل ہے... ہاں اگر ہم اصل عالم سے پہلے مل چکے ہوتے تو اور بات تھی۔''

''مجبوری ہے... اب یہی کرنا ہوگا... پہلے تم لوگ ان سے ملاقات کرلو... ان سے ادھر ادھر کے سوالات پوچھ لو... پھر بھی اندازہ نہ ہو سکے تو صدر صاحب سے معذرت کر لینا، کہہ دینا... ان حالات میں ہم ملاقات کی اجازت نہیں دے سکتے۔''

''اچھی بات ہے۔''

یہ کہہ کر شوکی نے موبائل بند کر دیا اور صدر کی طرف مڑا:

''صاحب صدر! ملاقاتی سے پہلے ہم ملاقات کریں گے... پھر آپ کر لیجیے گا۔''

''ٹھیک ہے... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ساتھ والے کمرے میں ملاقات کر لو۔'' انہوں نے کہا۔

''جی نہیں۔'' شوکی نے فوراً کہا۔

''جی نہیں کیا؟'' صدر صاحب مسکرائے۔

''ہم یہ ملاقات ساتھ والے کمرے میں نہیں... باہر باغ میں کریں گے۔''

''چلو یونہی سہی... میں سیف اللہ عامر کو ہدایات دے دیتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے سر۔''

انہوں نے سیف اللہ کو انٹر کام پر ہدایات دیں... جلد ہی وہ اندر آ گیا اور انہیں لے کر چلا گیا... اس وقت مکھن بول اٹھا:

''ایک منٹ۔''

''اب تمہیں کیا ہوا... کوئی اور بات سوجھ گئی؟'' شوکی نے منہ بنایا۔

''سوجھنے کی بھی ایک ہی کہی:... کسی وقت بھی کوئی بات سوجھ سکتی ہے۔'' آفتاب نے منہ بنایا۔

''حد ہو گئی... ہے کوئی تک... صدر صاحب پاس موجود ہیں اور یہ ادھر ادھر کی ہانک رہے ہیں۔'' اشفاق نے جھلا کر کہا۔

''ن نہیں... نہیں... میں نے برا نہیں مانا۔'' صدر جلدی سے بولے۔

''آپ کا شکریہ... آپ بہت اچھے صدر ہیں... اللہ ایسے صدر سب کو دے...'' آفتاب نے خوش ہو کر جلدی جلدی کہا۔

"کیا ہانکے جا رہے ہو۔" شوکی جھلا اٹھا۔

"بس... سوری..." وہ گھبرا گیا۔

"آیئے چلیں۔" سیف اللہ نے بھی ہنس کر کہا۔

پھر وہ ان کے ساتھ باغ میں آ گئے... انہوں نے اس عالم دین کو وہیں بٹھایا ہوا تھا... ان سے تعارف کراتے ہوئے وہ بولے:

"یہ صدر صاحب کے مہمان ہیں... صدر صاحب چند منٹ تک فارغ ہو جائیں گے... اس وقت تک آپ ان حضرات سے باتیں کر لیں۔"

"بہت بہتر، ان کی تعریف۔"

"یہ شوکی برادرز کہلاتے ہیں... اور شوکی صاحبان! یہ ہیں مشہور عالم دین محمد ابراہیم بروہی صاحب... آپ چند منٹ ان کی صحبت میں گزاریں گے تو آپ کو بھی اللہ تعالیٰ یاد آ جائیں گے۔"

"اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے... ہم اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہتے ہیں... تاہم مولانا محترم کی وجہ سے اگر اس یاد کو چار چاند لگ جائیں تو اور اچھا ہے۔"

"بالکل بالکل... میرے کہنے کا یہی مقصد تھا، لیجیے میں چلا صدر صاحب جونہی فارغ ہوں گے... میں انہیں لینے کے لیے

آ جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔"

اور پھر وہ چلے گئے... شوکی برادرز چند لمحے تک انہیں اور وہ ان چاروں کو دیکھتے رہے... پھر مولانا کی آواز ابھری:

"آپ لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔"

"شکریہ جناب! ہم بھی خوشی محسوس کر رہے ہیں..."

"کیا خیال ہے... کچھ اچھی باتیں ہو جائیں... جو آپ کی زندگی میں کام آئیں۔"

"جی ضرور... کیوں نہیں۔"

انہوں نے بات شروع کر دی... وہ ان کی باتوں میں ڈوبتے چلے گئے... انہیں کوئی خیال ہی نہ رہا کہ کتنا وقت گزر گیا ہے... ان کی باتوں میں عجیب سا جادو تھا... آخر سیف اللہ عامر وہاں آ گئے... انہوں نے کہا:

"صدر صاحب فارغ ہو گئے ہیں... آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... مولانا ابراہیم بروہی اٹھ کھڑے ہوئے... شوکی برادرز بھی اٹھے اور ان کے ساتھ چلنے لگے... یہاں تک کہ وہ صدر صاحب کے دروازے تک آ گئے۔ اس وقت سیف

اللہ نے شوکی برادرز سے کہا:

"آپ پہلے اندر جائیں گے ... آپ کے ایک منٹ بعد مولانا اندر آئیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔" شوکی بولا۔

"یہ کیوں؟" مولانا ابراہیم نے چونک کر پوچھا۔

"احتیاطی تدابیر ... آج کل بنگلے کے حالات بہت خوفناک ہیں۔"

"اوہو اچھا... جلدی جلدی بتائیں... کیا بات ہے۔"

"آپ اندر جائیں۔" سیف اللہ ان سے بولے۔

وہ فوراً اندر داخل ہو گئے:

"ہاں! کیا بات ہے۔" مولانا نے فوراً کہا۔

"صدر صاحب آپ کو بتا ہی دیں گے۔"

"خیر! اس کی ضرورت نہیں... شوکی برادرز نے مجھے تھوڑی بہت تفصیل سنا دی ہے۔"

"اوہو اچھا۔" سیف اللہ عامر نے قدرے حیران ہو کر کہا... انہیں حیرت اس بات پر ہوئی تھی کہ شوکی برادرز کو تو انہیں چیک کرنا تھا... اندر کے حالات تو بتانے ہی نہیں تھے۔

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

اسی وقت دروازہ کھلا اور شوکی نظر آیا، اس نے کہا:

"آپ اندر آجائیں۔"

مولانا اندر داخل ہو گئے... دروازہ بند ہو گیا... سیف اللہ عامر نے فوراً محمود کے نمبر ملائے... محمود کی آواز سنتے ہی اس نے کہا:

"میں خوف محسوس کر رہا ہوں ... آپ فوراً یہاں آجائیں۔"

"آپ کا مطلب ہے... صدر صاحب کے کمرے میں۔"

"ہاں!" وہ بولے۔

"لیکن ہم یہاں اجگر صاحب کے ساتھ ہیں۔"

"یا تو انہیں ساتھ لے آئیں... یا دو ساتھی وہاں چھوڑ دیں، لیکن آ جلدی جائیں، ایک عجیب بات محسوس کی ہے میں نے۔"

"اچھی بات ہے... ہم آ رہے ہیں۔"

محمود نے فون بند کرتے ہی خان رحمان سے کہا:

"انکل! آپ اور پروفیسر یہاں ٹھہریں... دروازہ اندر سے بند رکھیں... صدر صاحب خطرے میں لگتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

"آمین!" وہ ایک ساتھ بولے۔

پھر انہوں نے دوڑ لگا دی... راستے میں سیف اللہ عامر کو دیکھ کر انہیں رکنا پڑا... وہ انہیں دیکھتے ہی بول اٹھے:

''مولانا آگئے ہیں... گویا شوکی برادرز نے انہیں چیک کر لیا ہے... لیکن عجیب بات یہ ہوئی کہ شوکی برادرز کو تو مولانا کو چیک کرنا تھا... بنگلے کے حالات نہیں بتانے تھے... کیونکہ اس صورت میں تو وہ چیک کر ہی نہیں سکتے تھے... لیکن مولانا نے مجھے یہ عجیب بات بتائی کہ شوکی برادرز نے انہیں حالات بتا دیے ہیں... کیا یہ بات عجیب نہیں۔''

''بہت زیادہ... شوکی ایسی غلطی نہیں کر سکتا۔''

''اسی لیے میں نے آپ کو ادھر بلا لیا ہے۔''

''آپ نے بہت اچھا کیا... اب آپ ہمیں اندر جانے دیں۔''

''بالکل ٹھیک... جائیں... صدر صاحب سے پوچھنے میں وقت ضائع ہوگا۔'' سیف اللہ عامر نے پریشان ہو کر کہا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی سیف اللہ نے خاص انداز میں دستک دی۔ صدر صاحب نے فوراً دروازہ کھول دیا... اور وہ تینوں اندر داخل ہوگئے... سیف اللہ نے دروازہ فوراً بند کر دیا:

''یہ کیا...'' مولانا کے منہ سے نکلا۔

''آؤ محمود... خیر تو ہے۔''

''جی نہیں۔'' محمود بولا۔

''کیا کہا... جی نہیں۔''

''جی ہاں۔'' وہ بولا۔

''یہ کیا بات ہوئی... کبھی کہہ رہے ہو جی نہیں... کبھی کہہ رہے ہو جی ہاں۔''

''جی ہاں! یہی بات ہے۔''

''اوہو... وہی تو میں پوچھ رہا ہوں... کیا بات ہے۔''

''حالات مزید پراسرار ہو گئے ہیں... خطرہ سر پر آ پہنچا ہے۔''

''آخر کیسے...''

''آپ پہلے مولانا صاحب سے ملاقات کر لیں... اس کے بعد بتائیں گے۔''

''ان سے تو میری کافی لمبی بات چیت ہوگی۔''

''آج اس لمبی بات چیت کو مختصر کر دیں۔''

''آخر بات کیا ہے۔''

''میرے مشیر خاص اجگر زواری کی زندگی خطرے میں ہے... اور ہم سب انہیں بچانے کی فکر میں ہیں... سازشی لوگ بہت

خوفناک انداز میں وار کر رہے ہیں۔''

''اگر وہ خطرے میں ہیں تو آپ فوراً انہیں یہاں بلا لیں... میں انہیں چند دعائیں ایسی بتا دیتا ہوں کہ وہ ہر طرح محفوظ رہیں گے اور آپ کو بھی بتا دیتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے... میں انہیں یہاں بلا لیتا ہوں۔''

''کیا ایسا کرنا مناسب ہوگا انکل صدر۔'' فرزانہ نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیا مطلب؟''

''ابھی مولانا کی پوزیشن صاف نہیں ہوئی۔'' محمود بول اٹھا۔

''کیا کہہ رہے ہو... شوکی برادرز انہیں چیک کر چکے ہیں۔'' صدر چلائے۔

''شوکی... کیا تم لوگ انہیں چیک کر چکے ہو۔''

''ہاں بالکل۔''

''تب تو ٹھیک ہے... انکل... اجگر صاحب کو یہاں بلا لیں۔'' محمود نے کہا۔

صدر نے سیف اللہ کو ہدایات دیں۔ جلد ہی اجگر زواری اندر داخل ہوئے... ان کے پیچھے سیف اللہ عامر داخل

ہوئے:

''آیئے اجگر صاحب... ہمارے مولانا تشریف لائے ہیں... بہت بڑے عالم ہیں... بہت زبردست دعائیں بتاتے ہیں... ان حالات میں ان کی تجویز ہے... یہ آپ کو کچھ دعائیں سکھائیں گے... ان دعاؤں کے ذریعے آپ دشمن کے وار سے محفوظ رہیں گے۔''

''یہ... یہ تو بہت اچھی بات ہے۔''

''آیئے پھر تشریف رکھیے۔''

اجگر زواری ان کے سامنے بیٹھ گئے، اس وقت تک سیف اللہ عامر آگے بڑھتے ہوئے اندرونی دروازے کے سامنے پہنچ چکے تھے... صدر کا یہ حصہ دو کمرے پر مشتمل تھا... اندرونی کمرے کا دروازہ اسی کمرے میں کھلتا تھا... اس میں داخل ہونے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا... کھڑکیوں اور روشن دانوں میں سے بھی کوئی آ جا نہیں سکتا تھا... ایسے میں صدر صاحب کی نظر سیف اللہ عامر پر پڑی:

''ٹھیک ہے سیف اللہ! تم باہر ٹھہرو۔''

''سر۔'' سیف اللہ کہتے کہتے رک گئے۔

''ہاں! کہو... کچھ کہنا چاہتے ہو شاید۔''

''جی... جی ہاں... میں بھی اندر ہی ٹھہرنا چاہتا ہوں...

دعائیں سیکھنے کے لیے۔''

''اوہ اچھا ... کوئی حرج نہیں ... ابراہیم بروہی صاحب... آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔''

''اعتراض کیسا... جتنے لوگ مجھ سے کچھ سیکھیں گے ... میری آخرت کے لیے فائدہ مند ہی ہوگا۔''

''شکریہ! اب آپ اپنا کام کریں... اور ہاں... سیف اللہ... کچھ مہمان نوازی کا بھی بندوبست کیا گیا ہے یا نہیں۔''

''یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے سر...''

''بس ٹھیک ہے...'' وہ مسکرائے۔

اب مولانا نے اپنا رخ اجگر زواری کی طرف کر لیا:

''تو اس بنگلے میں آپ کو خطرہ ہے۔''

''سب کا خیال تو یہی ہے مولانا... لیکن مجھ اکیلے کا خیال یہ ہے کہ شاید میرے پردے میں وار صدر صاحب پر ہوگا۔''

''اوہ... مطلب یہ کہ آپ دونوں خطرے میں ہیں۔''

''زیادہ امکان تو یہی ہے۔''

''تو پھر میں آپ کو چند دعائیں کہلواتا ہوں... تاکہ آپ ان کی درست طریقے سے ادائیگی کر سکیں... لکھ کر بھی دوں گا... اور ہدایات بھی... کیونکہ ان کے پڑھنے کے کچھ آداب بھی ہیں۔''

''بہت بہتر... کہلوایئے۔''

مولانا ابراہم بروہی دعائیں کہلوانے لگے... صدر صاحب... اجگر زواری صاحب اور سیف اللہ عامر وہ دعائیں ان کے ساتھ دہرانے لگے... چند منٹ تک یہ عمل جاری رہا... پھر مولانا نے قدرے بلند آواز میں کہا... آپ سب لوگ میرے سامنے آجائیں... اور میری طرف دیکھیں... بلکہ میری آنکھوں میں دیکھیں... میں آپ کو ایک عجیب چیز دکھانا چاہتا ہوں... آپ حیرت زدہ رہ جائیں گے...''

وہ سب ان کے سامنے آگئے... سیف اللہ کو تو گھوم کر آنا پڑا:

''بس ٹھیک ہے... میری طرف...''

ان الفاظ کے ساتھ ہی مولانا کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی... وہ صوفے پر ڈھلک گئے:

''ارے! یہ کیا ہوا؟'' صدر صاحب، اجگر صاحب، سیف اللہ اور باقی سب ایک ساتھ چلائے۔

☆☆☆☆☆

کیا دیکھا

سیف اللہ عامر فوراً حرکت میں آئے... وہ کمرے کے دروازے پر پہنچے... لیکن دروازہ تو اندر سے بند تھا... پھر بھی انہوں نے کھول کر باہر دیکھا... باہر کوئی نہیں تھا... ادھر سب لوگ مولانا ابراہیم بروہی کی طرف متوجہ تھے... ان کے چاروں طرف کھڑے تھے... محمود نے آگے بڑھ کر انہیں ہلایا جلایا...

''میرا خیال ہے... ڈاکٹر صاحب کو بلانا پڑے گا۔'' صدر بولے۔

''کیا میں ڈاکٹر ڈوزی کو فون کروں سر۔'' سیف اللہ عامر بولے۔

''ہاں! آخر یہ یکا یک بے ہوش ہو گئے... یہ تو اچھے بھلے بات کر رہے تھے۔'' صدر بڑبڑائے۔

سیف اللہ نے ڈاکٹر ڈوزی کو فون کیا اور انہیں بتایا:

''وہ آ رہے ہیں۔'' یہ کہہ کر انہوں نے دروازے پر موجود

اپنے ایک ساتھی کو ڈاکٹر ڈوزی کے بارے میں بتایا۔

''اور کیا ہم ڈاکٹر ڈوزی کو چیک کر کے یہاں آنے دیں۔'' فرزانہ بولی۔

''اوہ... ہاں... ٹھیک ہے... انہیں بھی چیک کیا جائے گا۔''

''میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں... جب صدر صاحب یہاں نہیں ہوتے تو ان سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے، لہٰذا میں انہیں خود دیکھ سکتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے، آپ جائیں اور قمر جان کو بھی بھیج دیں... مولانا کے گرنے سے پانی وغیرہ گر گیا ہے، چیزیں بھی بے ترتیب ہو گئی ہیں۔''

''جی بہتر۔'' سیف اللہ عامر نے کہا اور کمرے سے نکل گئے... جلد ہی قمر جان اندر داخل ہوا اور اپنے کام میں لگ گیا... ادھر سیف اللہ ڈاکٹر ڈوزی کے ساتھ اندر داخل ہوئے... ڈاکٹر فوراً ابراہیم بروہی پر جھک گئے... چند منٹ تک معائنہ کرنے کے بعد انہوں نے کہا:

''بے ہوشی سمجھ میں نہیں آئی... جسم پر زخم کا نشان بھی نہیں ہے... لہٰذا اس بارے میں تو ہسپتال کی رپورٹ ہی بتائے گی کہ انہیں

کیا ہوا ہے... البتہ میں انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کیے دیتا ہوں۔"

"چلیے پھر... اتنا تو کر ڈالیے۔" صدر صاحب بولے۔

ڈاکٹر ڈوزی نے انہیں انجکشن دیا تو چند منٹ بعد ہی انھوں نے آنکھیں کھول دیں اور لگے ادھر ادھر دیکھنے... آخر وہ بولے:

"مم... مجھے کیا ہوا تھا۔"

"آپ بے ہوش ہو گئے تھے۔" سیف اللہ عامر بولے۔

"لل... لیکن کیسے؟"

"ابھی یہ بات معلوم نہیں کی جا سکی... لیکن ہم یہ معلوم کریں گے۔" صدر بولے۔

"کیا یہ بات عجیب نہیں۔"

"اس وقت بنگلے میں تمام باتیں عجیب و غریب ہو رہی ہیں... کسی ایک بات پر کیا جانا۔"

"تب پھر آپ ایوان صدر کیوں نہیں چلے جاتے۔" مولانا نے کہا۔

"وہاں بھی یہ خطرات اسی طرح منہ کھولے ملیں گے... اس لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس خطرے کا سامنا ہم یہیں کریں گے۔"

"لیکن... میں کیوں بے ہوش ہو گیا تھا۔"

"ہم سب اس پر بہت حیران ہیں... اور وجہ معلوم کرنے کی کوشش میں ہیں... جب آپ بات چیت کر رہے تھے، اس وقت کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا... گویا ہم لوگوں کے علاوہ کوئی یہاں نہیں تھا... اور ہم میں سے کوئی آپ کو بھلا کیوں بے ہوش کرتا... یہ ہے... عجیب ترین بات۔"

"پھر آخر آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔"

"کسی پر بھی نہیں..."

"البتہ۔" فاروق کی آواز سنائی دی۔

"البتہ سے آگے کچھ کہنا منع ہے کیا۔" محمود نے بھنا کر کہا۔

"نہیں البتہ میں ایک بات یقین سے کہہ سکتا ہوں۔"

فاروق مسکرایا۔

"اللہ کا شکر ہے۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"کس بات پر۔" محمود نے اسے گھورا۔

"اس بات پر کہ فاروق ایک بات یقین سے کہہ سکتا ہے۔"

فرزانہ مسکرائی۔

"توبہ ہے تم سے۔" محمود جھلا اٹھا۔

"صرف مجھ سے ہی کیوں... میرے ساتھ فاروق سے

کیوں نہیں۔'' فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

''بھئی پہلے کام کی بات۔'' اجگرزواری جھلا کر بولے۔

''اوہ ہاں واقعی... اگر ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ مولانا صاحب کیوں بے ہوش... ارے۔'' اچانک فاروق کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔ پھر اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی... اور اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''مم... میں نے جان لیا ہے۔''

''کیا جان لیا ہے۔''

''یہ کہ مولانا صاحب کس طرح بے ہوش ہوئے ہیں۔''

''اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے بھلا۔'' مولانا نے خوش ہو کر کہا۔

''تو پھر بتاؤ فاروق۔''

''ان کی گدی میں ایک باریک ترین سوئی دھنسی ہوئی ہے... یہ ان پر پھینکی گئی ہے... اور یہ اس سے بے ہوش ہوئے ہیں۔''

''لیکن کیسے کمرے میں تو ہم لوگ موجود تھے۔''

''بس تو پھر... آپ میں ہی سے کسی کا یہ کام ہے... اور میں تو اب ایک بات یقین سے کہہ سکتا ہوں۔'' مولانا بروہی نے

پختہ لہجے میں کیا ہے۔

''اور وہ کیا؟'' کئی آوازیں ابھریں۔

''یہ سوئی میری طرف ان صاحب نے پھینکی ہے۔'' انہوں نے سیف اللہ عامر کی طرف اشارہ کیا۔

''کیا... نہیں۔'' صدر صاحب چلائے۔

''یہ... یہ غلط ہے...'' سیف اللہ عامر نے منہ بنا کر کہا۔

''ہاں واقعی... مولانا آپ کا خیال غلط ہے... یہ ایسا نہیں کر سکتے... یہ میرے بہت با اعتماد ملازم ہیں... جتنا میں خود پر اعتماد کرتا ہوں... اتنا ہی ان پر کرتا ہوں۔''

''آپ نے غور نہیں کیا۔'' مولانا ابراہیم بروہی تنک کر بولے۔

''کس بات پر غور نہیں کیا۔''

''اس بات پر کہ یہ میرے پیچھے کھڑے تھے۔''

''اوہ۔'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''اس کے باوجود میں نے تو یہ کام نہیں کیا... اس لیے کہ۔'' یہ کہتے ہوئے سیف اللہ عامر مسکرائے۔

''اس لیے کہ کیا؟''

''اس لیے کہ یہ سوئی ہاتھ سے تو پھینکی نہیں جا سکتی... یہ تو کسی

آلے کے ذریعے پھینکی جاتی ہے... اور غالباً وہ آلہ تمباکو پینے کے پائپ جیسا ہوتا ہے۔"

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔" محمود فوراً بولا۔

"آپ کا... آپ کا مطلب ہے... یہ بلو پائپ سے پھینکی گئی ہے۔" مولانا ابراہیم بروہی نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہاں! بالکل۔"

"تب تو معاملہ آسان ہو گیا... ہم کمرے میں موجود بھی لوگوں کی تلاشی لے لیتے ہیں... جس کے پاس سے بلو پائپ نکل آیا... بس وہی مجرم۔"

"بالکل ٹھیک۔" صدر صاحب نے جلدی سے کہا۔

"اب سوال یہ ہے کہ تلاشی کون لے گا۔"

"یہ کام میں کروں گا... کیونکہ میرا اطمینان اسی طرح ہو سکتا ہے۔"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" سیف اللہ عامر بولے۔

اب مولانا ابراہیم بروہی نے باری باری سب کی تلاشی لی... آخر میں رہ گئے صدر، ان کی طرف وہ آئے بھی نہیں... اس پر صدر بولے۔

"کیا بات ہے... آپ نے میری تلاشی نہیں۔"

"نہیں نہیں... مجھے آپ پر کوئی شک نہیں... بھلا آپ کیوں مجھے بے ہوش کرتے۔" مولانا نے گھبرا کر کہا۔

"یہ انصاف نہیں۔" آپ کو میری بھی تلاشی لینا ہوگی۔"

"جی نہیں... اس کی ضرورت نہیں۔"

"اور میں کہتا ہوں، اس کی ضرورت ہے۔"

"اچھی بات ہے... آپ کہتے ہیں تو میں لے لیتا ہوں۔" مولانا نے یہ کہہ کر ان کی بھی تلاشی لے ڈالی، لیکن بلو پائپ نہ ملا۔

"بلو پائپ تو یہاں کسی کے پاس بھی نہیں ملا... اب سوال یہ ہے کہ میری گردن میں سوئی کس نے اور کیسے گھونپی اور کیوں؟"

ایسے میں دروازے پر دستک ہوئی... ان سب نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا... پھر سیف اللہ عامر نے دروازے کی طرف جا کر کہا۔

"باہر کون صاحب ہیں۔"

"قمر جان۔"

"کیا بات ہے قمر جان۔"

"صفائی کرنی ہے۔"

"اوہ اچھا۔" سیف اللہ عامر نے دروازہ کھول دیا اور قمر

جان اندر داخل ہوا، اس نے حیرت زدہ انداز میں سب پر ایک نظر ڈالی... پھر اندرونی کمرے میں چلا گیا۔

"یہ... کون ہے۔"

"یہ قمر جان ہے... یہاں کی صفائی اس کے ذمے ہے۔"

"مجھے اس پر شک ہے... میں اس کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔"

مولانا بروہی نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"حد ہوگئی... جناب! مولانا... یہ بے چارہ تو یہاں تھا ہی نہیں۔"

"میں... میں اس کی تلاشی لوں گا... صدر صاحب آپ نے سنا... میں اس کی تلاشی لوں گا۔" مولانا کا لہجہ عجیب سا ہوگیا... ان سب کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی... آخر صدر بولے۔

"آپ ضرور تلاشی لے لیں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن یہ بات کس قدر عجیب ہوگی... ایک شخص اندر تھا ہی نہیں... وہ بھلا کس طرح یہ سوئی آپ کی گردن کی طرف پھینک سکتا

ڈاکٹر ڈوزی اس وقت تک سوئی نکال چکے تھے... اور عدسے کے ذریعے اس کا جائزہ لے رہے تھے:

"آپ بس اس بات کو رہنے دیں... میرے بھی کچھ

تجربات ہیں۔"

"اچھی بات ہے... سیف اللہ..."

"جی سر۔" وہ بولا۔

"ادھر آ جاؤ مولانا تمہاری تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"جی..." وہ حیرت زدہ رہ گیا... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"دیکھا آپ نے۔" مولانا وہی سے چہک کر بولے۔

"کیا دیکھا۔"

"یہ خوف زدہ کیوں ہوگیا۔"

"تلاشی کے نام پر... ورنہ اس بے چارے کا اس معاملے سے دور کا بھی تعلق نہیں۔" سیف اللہ نے منہ بنایا۔

"ہوں... اچھا... خیر... یہ ابھی ثابت کیے دیتا ہوں... اے... تم ہاتھ اوپر اٹھا لو... میں تمہاری تلاشی لوں گا۔" مولانا نے کافی بدتمیزی سے کہا۔

"دیکھیے جناب یہ صدر صاحب کے خاص ملازم ہیں... آپ انہیں اس انداز میں مخاطب نہیں کر سکتے۔" سیف اللہ نے احتجاج کیا۔

"اوہ... میں معافی چاہتا ہوں۔" مولانا کو ایک جھٹکا

لگا... پھر انہوں نے اس کی بہت اچھی طرح تلاشی لی... لیکن اس کے پاس سے کچھ نہ نکلا... اب مولانا صاحب نے کہا۔

''کیا یہاں کوئی میک اپ کا ماہر ہے۔''

''کیا مطلب؟'' کئی حیرت زدہ آوازیں ابھریں۔

''میرا خیال ہے... یہ شخص میک اپ میں ہے۔''

''میرا خیال ہے مولانا صاحب! آپ اب حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔'' صدر صاحب نے دخل اندازی کی۔

''جی نہیں! یہاں میرے خلاف سازش کی گئی ہے... ایک زہریلی سوئی میرے جسم میں داخل کی گئی ہے... لہٰذا مجھے یہ جاننے کا حق ہے کہ ایسا کس نے کیا اور کیوں؟''

''لیکن قمر جان تو اس وقت یہاں تھا ہی نہیں ...'' صدر صاحب جھلا اٹھے۔

''اس کے باوجود یہ شخص اس سازش میں شریک ہے... اور میں یہ بات ثابت کر سکتا ہوں۔''

''کیا مطلب... یہ آپ نے کیا کہا؟''

ایک ساتھ کئی آوازیں گونج اٹھیں:

☆☆☆☆☆

ہولناک بات

''آپ نے کیا کہا... پھر کہیے۔'' مارے حیرت کے صدر بولے۔

''یہ شخص ... جس کا نام قمر جان ہے... اس سازش میں شریک ہے... یعنی میری گردن میں جو سوئی لگی ہے... اس میں اس کا ہاتھ ہے۔''

''اور آپ یہ بات ثابت کر سکتے ہیں۔'' صدر بولے۔

''بالکل!''

''تب پھر کریں ثابت... انتظار کس بات کا۔''

''اس کے لیے ہمیں اندرونی کمرے میں چلنا ہوگا...''

''ٹھیک ہے... چلیں۔''

اب وہ سب اندرونی کمرے میں آئے... وہاں صفائی کی مشین چارجنگ پر لگی ہوئی تھی:

''دکھائیے... آپ کیا دکھانا چاہتے ہیں۔''

"میں اس کمرے کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔" مولانا نے کہا۔

"آپ جو کرنا چاہتے ہیں، کریں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

اب مولانا ابراہیم بروہی کمرے کی تلاشی لینے لگے...

وہ سب حیرت زدہ سے انہیں دیکھتے رہے... سب کے سب صوفوں پر بیٹھ گئے تھے... کمرہ بہت کشادہ تھا... مولانا بہت دیر تک کمرے کی خوب اچھی طرح تلاشی لیتے رہے... آخر کافی دیر بعد وہ مسہری کے نیچے سے ایک بلو پائپ تلاش کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے... مسہری کے نیچے دیکھنے کا خیال انہیں دراصل سب سے آخر میں آیا تھا... وہ طنزیہ انداز میں ان سب کی طرف مڑے اور چہکتی آواز میں بولے:

"لیجیے! حضرات! آخر میں نے اپنی بات ثابت کر دی..."

"نن... نہیں۔" ان سب کے منہ سے خوف کے عالم میں نکلا۔

"اب بتائیے... اس بلو پائپ کے ذریعے میری گردن پر سوئی پھینکنا ممکن تھا یا نہیں۔"

"بب... بالکل ممکن تھا۔" صدر صاحب کی سرسراتی آواز سنائی دی۔ حیرت کی وجہ سے ان کا بہت برا حال تھا۔

"اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ اس کمرے میں قمر جان آیا تھا... اس کے علاوہ اور کوئی نہیں آیا تھا... کیا بات یہی نہیں۔" ان کا لہجہ اور گہرا ہو گیا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"تب پھر اب آپ کیا کہتے ہیں... میں نے تو اپنی بات ثابت کر دی۔"

"قمر جان!" صدر بولے۔

"یس سر۔" اس نے فوراً کہا۔

"یہ سب کیا ہے... میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم۔" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"آپ کہتے کہتے رک کیوں گئے؟" مولانا بروہی نے منہ بنایا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم غدار ثابت ہو گے۔"

قمر جان نے کوئی جواب نہ دیا... یوں لگتا ہے جیسے اسے سانپ سونگھ گیا ہو... آخر صدر نے پھر کہا:

"یوں کام نہیں چلے گا، قمر جان... تمہیں اپنی اس حرکت کی وضاحت کرنا ہوگی... آخر تم نے ایسا کیوں کیا..."

"لل... لیکن سر... قمر جان تو اس وقت اس کمرے میں تھا

ہی نہیں۔" سیف اللہ عامر نے دخل دیا۔

"تب پھر یہ بلو پائپ کس نے استعمال کیا... بلو پائپ کی موجودگی کیا بات ظاہر کر رہی ہے۔"

"میں تو یہی کہوں گا کہ یہ کام قمر جان کا نہیں۔"

"تو پھر قمر جان انکار کیوں نہیں کر رہا۔" صدر صاحب نے تلخ لہجے میں کہا۔

"قمر جان... بات کرو۔" سیف اللہ نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"وہ اب بھی کچھ نہ بولا... اس وقت مولانا بروہی نے کہا:

"آپ اسے میرے حوالے کر دیں... یہ میرا مجرم ہے... اس سے اصل بات اگلوانا میرا کام ہے..."

"میرا خیال ہے... یہ کام میرا ادارہ کر لے گا، آپ فکر نہ کریں... قمر جان کے منہ سے سچ اگلوانا ان کا کام ہوگا... اور آپ دیکھیں گے، وہ اس مقصد میں کامیاب ہوں گے۔"

"جی نہیں... آپ اسے میرے حوالے کر دیں۔" مولانا بروہی نے ضد پر اڑتے ہوئے کہا۔

"لیکن مولانا! یہ کس طرح ممکن ہے۔" اجگر زواری نے دخل اندازی کی۔

"کیا کس طرح ممکن ہے۔"

"یہ کہ ہم قمر جان کو آپ کے حوالے کر دیں... اس سے اس جرم کی تفصیلات معلوم کرنا ہمارے ادارے کا کام ہے... ساری تفتیش سے البتہ آپ کو آگاہ کر دیا جائے گا... اور اسے قرار واقعی سزا دی جائے گی، یہ آپ سے وعدہ ہے۔"

"اچھی بات ہے... یونہی سہی... آپ اسے گرفتار کرا کے کسی کمرے میں بند کرا دیں... جب ہم یہاں سے فارغ ہو جائیں گے... اس وقت اسے شہر بھیج دیجیے گا۔"

"ٹھیک ہے سیف اللہ! اپنے آدمیوں کو بلائیں... تا کہ وہ اسے ہتھکڑیاں پہنا کر لے جائیں۔"

"میرے خیال میں تو قمر جان کو صفائی کا موقع دینا چاہیے۔"

"موقع تو ہم دے رہے ہیں سیف اللہ! یہ موقعے سے فائدہ نہیں اٹھا رہا۔" صدر صاحب نے جھلا کر کہا۔

"آپ مجھے موقع دیں کہ میں اسے موقعے سے فائدہ اٹھانے پر قائل کر سکوں۔"

"ٹھیک ہے سیف اللہ! تم یہ کوشش کر گزرو۔"

"میرے خیال میں ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں...

اس سے ملاقات اب حوالات ہی میں ہوگی۔"

"نہیں... یہ ہمارا بہت پرانا ملازم ہے... ہم اسے موقع دینا مناسب سمجھتے ہیں... آپ مطمئن رہیں... اس معاملے میں آپ کا اطمینان کرایا جائے گا..." صدر صاحب نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"صاحب صدر آپ میری بات نہیں مان رہے... بعد میں آپ کو افسوس ہوگا کہ آپ نے میری بات کیوں نہ مانی۔"

"میں نے کہا نا... آپ کا ہر طرح اطمینان کرایا جائے گا۔"

"آپ کی مرضی! آپ کو درست اندازہ اس وقت لگے گا جب یہ آپ کو بھی نقصان پہنچائے گا۔"

"چلیے! آپ کا اندازہ درست ہوگا... لیکن پھر بھی ملک کا قانون اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم کسی شخص کے مجرم کو اس کے حوالے کر دیں... قانون یہ کہتا ہے کہ اسے عدالت سے سزا دلوائی جائے اور سرکاری جیل میں رکھا جائے۔"

"آپ کی مرضی... میں تو پھر اجازت چاہوں گا..." یہ کہہ کر اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے کر دیا۔

"آپ ناراض ہو گئے..."

"نہیں... بس! اب میں چلوں گا۔" یہ کہہ کر انھوں نے

اجگر زواری صاحب کی طرف ہاتھ بڑھا دیا... گویا وہ ان سے اور صدر صاحب سے ہاتھ ملانا چاہتے تھے... اجگر زواری ان کے نزدیک کھڑے تھے... انہوں نے بھی ہاتھ آگے کر دیا:

"نہیں! اجگر زواری صاحب۔" ایک آواز گونجی۔

انہوں نے حیران ہو کر قمر جان کی طرف دیکھا... کیونکہ یہ آواز اس کے منہ سے نکلی تھی:

"نہیں اجگر صاحب... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ ان سے ہاتھ نہ ملائیں۔" قمر جان نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی... میں ان سے کیوں ہاتھ نہ ملاؤں۔"

"میرا مشورہ تو یہی ہے... اگر آپ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ان سے ہاتھ نہ ملائیں۔" قمر جان نے تیز آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" سب نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

عین اس لمحے ایک اور ہولناک بات ہوئی:

☆☆☆☆☆

اصل ذمے دار

مولانا بروہی بہت زور سے اور بہت اونچا اچھلے تھے اور سیدھے قمر جان کے اوپر آ گرے تھے... سب لوگوں کو یہی محسوس ہوا تھا... اب یہ اور بات ہے کہ قمر جان ایک لحظہ پہلے اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا... اور مولانا دیوار سے جا ٹکرائے تھے:

"ارے ارے! یہ آپ کیا کر رہے ہیں... میں نے ایسا کیا کہہ دیا، کہ آپ میرے درپے ہو گئے... اب ایسا بھی کیا۔" قمر جان کے منہ سے اس بار بدلی ہوئی آواز نکلی تھی... اس بدلی ہوئی آواز نے ان سب کو اچھل پڑنے پر مجبور کر دیا... ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا:

"یہ... یہ... یہ کیا۔"

ادھر مولانا اٹھ چکے تھے اور کھا جانے والی نظروں سے قمر جان کو دیکھ رہے تھے... پھر وہ سانپ کی طرح پھنکارے:

"نہیں چھوڑوں گا... نہیں چھوڑوں گا۔" اس بار ان کی

آواز بھی تبدیل ہو چکی تھی۔ اس پر انہیں ایک بار پھر اچھلنا پڑا:

"کیا نہیں چھوڑو گے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"تم سب کو..."

"ارے باپ رے... انہوں نے تو یک دم چولا بدل لیا... آواز بھی بدل لی... اور حملہ بھی کرنے لگے... ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہ مولانا ابراہیم بروہی تھے... اب خون خوار قسم کے آدمی لگنے لگے..." فاروق نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں! بالکل اس طرح جیسے قمر جان نے چولا بدل لیا۔" مولانا نے زہریلے انداز میں کہا۔

"مطلب یہ کہ نہ آپ مولانا بروہی ہیں اور نہ یہ قمر جان۔" محمود مسکرایا۔

"میں تو مولانا بروہی ہوں اور سرا مک بھی... مولانا بروہی میرا دوسرا روپ ہے۔ ہمارے بہت سے جاسوس اسی طرح کے بہروپ میں تمہارے ملک میں کام کر رہے ہیں۔ کیونکہ مولانا کے کرداروں میں کوئی ہم پر شک نہیں کرتا۔ اور اب تم سب لوگ یہاں موت کا ناچ ناچتے نظر آؤ گے..." ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں ایک لمبے پھل والا چاقو نظر آیا... دوسرے ہی لمحے اس کے کھلنے کی کڑکڑاہٹ گونج اٹھی:

"یہ... یہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"یہ سب کچھ اجگر صاحب کو ہلاک کرنے کے سلسلے میں کیا جا رہا ہے۔" قمر جان نے کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے اور آج اجگر کی زندگی کا آخری دن ہے۔"

"آخر تم کون ہو۔" صدر چلائے۔

"یہ مجھ سے پوچھیں... یہ ہے جرائم کی دنیا کا... خوفناک جاسوس... انشارجہ کا پالتو... سرامک۔" قمر جان نے بلند آواز میں کہا۔

"کیا!!!... سرامک!" ان سب کے منہ سے نکلا۔

"اور آپ ہیں ہمارے ابا جان... قمر جان کے روپ میں... یہی بات ہے نا۔" فاروق شوخ انداز میں بولا۔

"ہاں! مجبوری تھی... معلوم نہیں تھا کہ اجگر صاحب پر حملہ کس رخ سے ہوگا، اس لیے میں صدر صاحب کے یہاں آنے سے پہلے ہی پہنچ گیا تھا... اور سیف اللہ سے مل کر قمر جان کی جگہ لے لی تھی... قمر جان ان دنوں اپنے گاؤں [illegible] رہا ہے۔"

"کوئی بات نہیں... بازی اب بھی میرے ہاتھ میں ہے... تم سب لوگ میرے ایک ایک ہاتھ کی مار ہو... یہ چاقو ویسے بھی

زہر میں بجھا ہوا ہے۔"

"آخر پانچ ملک اجگر صاحب کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہیں... اور اس سلسلے میں انہوں نے انشارجہ سے کیوں مدد لی ہے... مسٹر سرامک آپ کی یہاں موجودگی یہی ثابت کر رہی ہے... کہ ان پانچ ملکوں نے اجگر صاحب کے خاتمے کی ذمے داری انشارجہ پر ڈال دی تھی اور انشارجہ نے یہ کام سرامک کے ذمے لگا دیا... یہ ہے کل کہانی۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ ہے کل کہانی... یہ کل کہانی کیسے ہو گئی... ابھی ہمیں یہ تو معلوم ہی نہیں ہوا کہ پانچوں ملک اجگر صاحب کی موت کیوں چاہتے ہیں۔"

"یہ میں تم لوگوں کو بتاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی سرامک نے اجگر پر چھلانگ لگا دی۔ اسی وقت انسپکٹر جمشید نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی... اور اجگر صاحب کو اپنے ساتھ لیتے کمرے کے دوسری طرف پہنچ گئے... سرامک کی یہ چھلانگ بھی خالی گئی... تاہم وہ پھر تیار کھڑا تھا:

"کیا بہتر نہیں ہوگا۔" انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"کیا بہتر نہیں ہوگا۔" سرامک نے منہ بنایا۔

"یہ کہ پہلے میں اور تم آپس میں فیصلہ کر لیں... پھر تم

اطمینان سے ان سب کا کام تمام کرتے رہنا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''لیکن...''

یہ لیکن سیف اللہ کے منہ سے نکلا تھا:

''لیکن کیا۔'' انہوں نے سیف اللہ کی طرف دیکھا... وہ اپنا پستول سرامک پر تان چکے تھے۔

''ہم کیوں زور آزمائی کریں... میں ابھی اسے گولیوں سے بھون دیتا ہوں۔''

''اگر یہ اتنا آسان ہوتا تو انشارجہ سرامک کو کیوں بھیجتا۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''کیا مطلب... میں اسے نشانہ نہیں بنا سکوں گا۔''

''کوشش کر کے دیکھو۔'' سرامک ہنسا۔

سیف اللہ نے اس پر فائر جھونک مارا... وہ دوسری جگہ کھڑا نظر آیا... اب انہوں نے پے در پے فائر کیے... سرامک ہوا میں اڑتا نظر آیا... یہاں تک کہ سیف اللہ کا پستول خالی ہو گیا:

''اب کیا خیال ہے۔'' سرامک ہنسا۔

سیف اللہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی نظر آئیں:

''آپ فکر نہ کریں سیف اللہ صاحب... ہم جیسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ان جیسے لوگوں ہی کے لیے پیدا فرمایا ہے۔''

''آؤ... آؤ... انسپکٹر جمشید آؤ... پہلے تم سے ہی مقابلہ ہو جائے... لیکن شرط یہ ہے کہ اجگر زواری کمرے سے فرار ہونے کی کوشش نہ کرے... اگر اس نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو میں مقابلہ چھوڑ کر اسے ختم کر دوں گا۔''

''ٹھیک ہے... اجگر صاحب... آپ فکر نہ کریں... اور کمرے سے نکلنے کی کوشش نہ کریں۔''

''اچھا... اچھا...'' پریشانی کے عالم میں اجگر کے منہ سے نکلا۔

''لگتا ہے... آپ بہت پریشان ہو گئے ہیں۔''

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''مجبوری ہے... آپ کو اس کمرے میں رہنا ہو گا... محمود، فاروق، فرزانہ اور شوکی برادرز... تم ان کا خیال رکھنا... کسی وقت سرامک مجھے چل دے کر ادھر آ جائے تو تم بچاؤ کرو گے۔''

''جی بہت بہتر۔''

''یہ... یہ میرا بچاؤ کریں گے... اس بین الاقوامی جاسوس کے مقابلے میں۔'' اجگر زواری کے لہجے میں حیرت تھی۔

''آپ فکر نہ کریں... ہم لوگ اس شخص سے پہلے ٹکرائے ہوئے ہیں۔''

''ہاں کیوں نہیں... میں پہلے بھی ان کے ہاتھوں سے نکل گیا

تھا اور یہ مجھے پکڑ نہیں سکے تھے۔'' سرامک ہنسا۔

''ہاں! یہ بھی بات ہے... لیکن فرار تو انہیں ہی ہونا پڑا تھا۔''

''خیر خیر... آج سہی۔'' اس نے منہ بنایا اور پھر چاقو تولتے ہوئے انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھنے لگا... وہ اپنی جگہ جمے کھڑے رہے:

''آج اگر میں نے پہلے آپ کا کام تمام کر دیا تو باقی لوگ میرے لیے آسان شکار ثابت ہوں گے۔''

''اللہ مالک ہے۔'' انسپکٹر جمشید اس پر نظریں جمائے بولے۔

اس وقت سب لوگوں کے دل دھک کر رہے تھے... ایسے میں سرامک بولا:

''انسپکٹر جمشید... کیا تم میری آنکھوں میں دیکھنا پسند کرو گے۔''

''سمجھا... مجھے ٹرانس میں لانا چاہتے ہو... تاکہ لڑائی بھڑائی کے بجائے ہپناٹائز کر کے کام نکال لو... لو تم اپنی یہ حسرت بھی پوری کر لو... مجھ پر ہپناٹزم کر لو۔''

''جمشید! یہ کیا کر رہے ہو۔'' خان رحمان گھبرا گئے۔

''بس دیکھتے جاؤ خان رحمان۔''

اور پھر انہوں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں... وہ لگا اپنا زور لگانے... اچانک اس کے منہ سے سرسراتی سی آواز نکلی:

''انسپکٹر جمشید... تمہیں نیند آ رہی ہے... تم سونے جا رہے ہو۔''

''اوہو اچھا... کیا واقعی۔'' ان کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

''ہاہاہا... تم سو رہے ہو... تمہیں نیند آ رہی ہے... بس تم سو جاؤ گہری نیند سو جاؤ۔''

انسپکٹر جمشید کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو اس کے چہرے پر مسرت کی بجلی چمکی:

''مار لیا میدان... انسپکٹر جمشید تم سو چکے ہو... گہری نیند ... ہاں... اب جب تک میں نہ کہوں... تم نہیں اٹھو گے... تم نے سنا ... تم نہیں اٹھو گے... کیونکہ تم بہت گہری نیند سو چکے ہو، بس تم میرے سوالات کے جوابات دو گے۔''

''اچھا... میں نہیں اٹھوں گا...'' ان کی نیند میں ڈوبی آواز گونجی۔

تم میرے احکامات کی پوری تکمیل کرو گے کہو... میں تکمیل

کروں گا۔"

"میں... میں تکمیل کروں گا۔" وہ بولے۔

"بہت خوب! بس! اب تم میرے سوالات کے جوابات نہیں دو گے... البتہ تم دو گھنٹے بعد اس نیند سے بیدار ہو گے۔"

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا... کمرے میں موت کا سناٹا طاری ہو گیا۔ اب سرامک ان کی طرف مڑا:

"تمہارا سب سے بڑا سہارا تو گیا... اب تم میرے مقابلے میں کیا ہو... کچھ بھی نہیں... دو گھنٹے بعد جب انسپکٹر جمشید اس نیند سے بیدار ہوں گے... تو یہاں تم سب کی لاشیں نظر آئیں گی۔"

"ن... نہیں۔" اجگر زواری مارے خوف کے چلائے۔

"فکر نہ کرو... سب سے پہلے میں تمہارا کام تمام کرتا ہوں... کیونکہ اس سارے کھیل کے اصل ذمے دار تو تم ہی ہو..."

یہ کہہ کر وہ لگا ان کی طرف بڑھنے... ایسے میں چھوٹی پارٹی ایک ساتھ چلا اٹھی:

"نہیں... ہرگز نہیں۔"

☆☆☆☆☆

غ۔غغ

"نہیں... ہرگز نہیں... کیا کہا۔" سرامک نے چونک کر ان کی طرف دیکھا... وہ سب اس کے سامنے ایک دیوار کی صورت کھڑے ہو چکے تھے... ادھر سرامک کے ہاتھ میں لمبے پھل والا چاقو موجود تھا... اور اس طرح یہ ایک ہولناک صورت حال تھی... دوسری طرف انسپکٹر جمشید گہری نیند سوئے ہوئے تھے... اور وہ ان کے پیچھے لیٹے ہوئے تھے... ایسے میں محمود کو اپنے جوتے کے پاس ہلکی سی سرسراہٹ محسوس ہوئی... اسے حیرت بھی ہوئی اور خوف کا احساس بھی ہوا... ادھر وہ سرامک پر سے بھی نظریں نہیں ہٹا سکتا تھا... ذرا اس کی نظر اس پر سے ہٹ جاتی تو وہ چاقو کا وار کر سکتا تھا... چنانچہ اس نے سوچا... وہ سرامک پر سے نظریں نہیں ہٹائے گا... ایسے میں سرامک نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا:

"لو بچو... روکو میرا وار۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ایک چیخ کی آواز گونجی... اس

آواز نے تمام لوگوں پر تھرتھراہٹ طاری کر دی... لمحے بھر کو ان سب نے آنکھیں بند کر لی تھیں، کیونکہ سرامک کچھ ایسے ہی خوفناک انداز میں حملہ آور ہوا تھا..." ان سب نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں... تو ایک ہولناک منظر نظر آیا... سرامک فرش پر پڑا تڑپ رہا تھا... اس کے سینے میں محمود کا چاقو پیوست تھا... آنکھوں میں حیرت تھی... عین اس لمحے انسپکٹر جمشید اس کے ساتھ جا کھڑے ہوئے اور اس سے بولے:

"سرامک! یہ آخری وار کیسا رہا... میں نے سوچا تھا... تم لوگوں کو پینا ٹائز کے ذریعے پریشان کرتے رہے ہو... کیوں نہ تمہیں تمہارے وار کی موت ہی مارا جائے... دیکھ لو... تمہارا پینا ٹائز تمہاری موت بن گیا... تم مجھے ٹرانس میں نہیں لا سکے... میری قوت ارادی تمہاری مہارت کے مقابلے میں زیادہ طاقت ور ہے... اللہ کی مہربانی سے۔"

"او... او... نن... نن..."

"سرامک تم مر رہے ہو... چلو مرنے سے پہلے اتنا بتا دو... پانچ ملک ہمارے اجگر صاحب کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ... وہ... یہ غ... غغ..."

اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ڈھلک گئی... کمرے

میں چند لمحے تک موت کا سناٹا طاری رہا۔ پھر انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری:

"پتا نہیں... سرامک کیا کہنا چاہتا تھا... اجگر صاحب... کچھ آپ سمجھے!"

"نن نہیں... کاش مجھے معلوم ہوتا... وہ پانچوں ملک کیوں میری جان لینا چاہتے ہیں۔"

"آپ پریشان نہ ہوں... ہم یہ بات معلوم کر لیں گے۔"

"اس... اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے بھلا۔"

"سیف اللہ صاحب! آپ سرامک کی لاش اٹھوانے کا انتظام کریں... ہم کسی اور کمرے میں چلے جاتے ہیں... فی الحال خطرہ ختم ہو گیا... کیونکہ اس پورے چکر کی ذمے داری سرامک کو سونپی گئی تھی... اور سرامک کے مرنے کے بعد فی الحال اجگر زداری صاحب کو کوئی خطرہ نہیں رہ گیا۔"

"اللہ کا شکر ہے..." انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

"جمشید... تمہارا جواب نہیں... میں تو ڈر رہا تھا... اب یہ چھوٹی پارٹی کا پینا ٹائز اس کا مقابلہ کر پائے گی یا نہیں۔"

"خیر... ایسی بھی کوئی بات نہیں انکل صدر... ہم سرامک سے پہلے بھی ٹکرا چکے ہیں... لیکن بہرحال ابا جان کا وار خوب رہا...

اسے اسی انداز میں مرنا چاہیے تھا... یہ اپنے بچپنا ٹائز کی مہارت سے لوگوں کو تنگ کرتا رہا ہے، کوئی اس کے جسم سے ٹکراتا تھا تو اسے بجلی کا جھٹکا لگتا تھا... اللہ نے اس کے شر سے محفوظ فرما دیا... یا اللہ تیرا شکر ہے۔"

پھر وہ وہاں سے نکل آئے اور باغ میں آبیٹھے:

"اور جمشید! میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں... اجگر زواری صاحب کو تم نے بال بال بچایا۔"

"سر! میں بھی ان کا شکر گزار ہوں۔" اجگر بولے۔

"میں کون ہوتا ہوں کسی کو بچانے والا... یہ سب تو اللہ کے کام ہیں۔"

"لیکن اللہ تعالیٰ بھی تو بندوں کے ذریعے ہی کام لیتے ہیں..." صدر مسکرائے۔

"جی ہاں! یہ تو ہے۔"

"اب کیا خیال ہے... ابا جان! ہمارا یہاں کام ختم ہو گیا... شہر چلیں۔" محمود نے کہا۔

"نہیں بھئی... ابھی اس کیس کا سب سے اہم سوال باقی ہے... اور جب تک اس سوال کا جواب معلوم نہیں ہو جاتا، اس وقت تک ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کیس ختم ہو گیا... نہ گھر جا سکتے۔"

"ارے باپ رے... اس کا مطلب ہے ہم ابھی گھر نہیں جا سکتے۔"

"بالکل نہیں... وجہ تو ہمیں معلوم کرنا ہو گی... اور ان شاء اللہ ہم معلوم کر لیں گے... آخر یہ پانچ ملک ہمارے صدر صاحب کے مشیر کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہیں... اس بارے میں یہ بھی جان لیں... ہم نے سرنگ کا کام تمام کر دیا ہے... لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ پانچوں ملک اب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں گے... وہ اپنی کوشش جاری رکھیں گے۔"

"اوہ!" اجگر زواری کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

"جی ہاں! یہی بات ہے... آپ کی جان اسی صورت میں چھوٹ سکتی ہے... جب ہم یہ معلوم کر لیں کہ آخر چکر کیا ہے... اور ان پانچوں ملکوں پر واضح کر دیں کہ ہم جان گئے ہیں... تم لوگ کیوں ہمارے اجگر صاحب کے پیچھے پڑے ہو۔"

"اور ہم یہ بات کس طرح معلوم کر سکیں گے۔" فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اجگر صاحب ہی ہمیں بتا دیں۔"

"بھلا میں کیا بتا دوں... مجھے کیا معلوم۔" اجگر زواری نے

منہ بنایا۔

"یا پھر ہم ان پانچوں ملکوں کو مجبور کریں کہ وہ یہ بات بتا دیں۔"

"بھلا وہ کیوں بتانے لگے... کسی بات کو راز رکھنے کے لیے ہی تو وہ زواری صاحب کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔" صدر صاحب بول اٹھے۔

"جی ہاں! بالکل یہی بات ہے... اب لے دے کر ہمارے پاس ایک ہی طریقہ رہ جاتا ہے۔"

"اور... اور وہ کیا جمشید۔" پروفیسر داؤد کی آواز ابھری۔

ایسے میں انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی... انہوں نے جیب سے موبائل نکالا اور سکرین پر نظر ڈالی... فون اکرام کا تھا... سلسلہ ملتے ہی اس کی آواز ابھری:

"کام ہو گیا سر۔"

"بس تو پھر یہیں آ جاؤ۔"

"او کے سر۔"

انہوں نے موبائل بند کر دیا اور پھر ان کی طرف مڑے:

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اس کا ایک طریقہ اور ہے... پہلے میں اجگر زواری صاحب سے پوچھتا ہوں... کیا آپ کے ذہن میں کوئی طریقہ آتا ہے۔"

"نہیں... میں تو خود بہت الجھن میں ہوں اور جب سے یہ چکر شروع ہوا ہے... الجھن ہی الجھن ہے... مارے الجھن کے میرا برا حال ہے۔"

"ہوں... یہی ہم سب کا حال ہے... یہ کیس الجھن سے شروع ہوا تھا... اب تک اس کی الجھن دور نہیں ہوئی... لیکن ان شاء اللہ! اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اس الجھن سے بھی فارغ ہو جائیں... دیکھیے... جونہی ہمیں یہ اطلاع ملی کہ پانچ ملک اجگر زواری صاحب کی جان لینا چاہتے ہیں... اسی وقت ذہن میں سوال ابھرا تھا کہ آخر کیوں... انہوں نے ایسا کیا کر دیا... یہ تو ہمارے صدر کے مشیر ہیں... ان ملکوں کا انہوں نے کیا بگاڑا ہے... اور پھر ان پانچوں ملکوں سے تو ہمارے ملک کے دوستانہ تعلقات ہیں... اب یہ اطلاع تھی... ہمارے ایک خاص جاسوس کی... اور اس کی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی تھی... وہ ہمارا بہت قابل اعتماد جاسوس ہے... ملک کا اس قدر وفادار اور ہمدرد ہے کہ اپنی جان ہتھیلی پر لیے پھرتا ہے... ادھر جونہی اس نے اطلاع دی... ہمیں الجھن شروع ہو گئی... ادھر صدر صاحب کے بارے میں پتا چلا کہ یہ اپنے مشیروں اور وزیر کے ساتھ یہاں آ رہے ہیں... بس میں کسی کو بتائے بغیر یہاں آ گیا... سیف اللہ میرے پرانے واقف ہیں... ہماری اکثر ملاقات رہتی ہے... میں

نے انہیں صورت حال بتائی... اور پھر ہماری نظر قمر جان پر پڑی... اس وقت اچانک ذہن میں آیا کہ یہ قد اور جسامت میں مجھ جتنا ہے... بس میں نے اس کا میک اپ کرلیا... قمر جان کو اس کے گاؤں بھیج دیا گیا کہ وہاں چھٹیاں منائیں... گویا میں یہاں صدر صاحب اور ان کے ساتھیوں سے بھی پہلے ہی آچکا تھا... اصل میں اس الجھن کو دور کرنے کا مسئلہ تھا... پانچ ملک ہمارے ملک کے صدر صاحب کے ایک خاص مشیر کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہیں... ایک دو ملک بھی نہیں... اکٹھے پانچ اور زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ اس بات پر ان پانچوں ملکوں کا اتفاق کیسے ہوگیا... کہ ان پانچوں نے مل کر یہ ارادہ کرلیا ہے کہ بس انہیں ختم کرنا ہے... یہ باتیں اس قدر عجیب تھیں کہ میں خود پریشان ہوگیا... میک اپ میں یہاں سیٹ ہوجانے کے علاوہ میں نے اپنی خفیہ فورس کو بھی یہاں بلالیا اور انہیں چاروں طرف مقرر کردیا... ادھر سراکمک سے ایک غلطی ہوگئی..." یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے۔

"غلطی... وہ کیا؟"

"اس نے شوکی برادرز کے ذریعے یہ کام لینے کا سوچا... اور ان کو ہپناٹائز کر ڈالا... اس طرح یہ بات ہمارے علم میں آگئی کہ مقابلہ سراکمک سے ہے، اب سراکمک سے مقابلہ سراکمک کے حساب

سے کرتا تھا... یہ کوئی عام آدمی نہیں تھا... کہ ہم آسانی سے اس پر قابو پالیتے... اگر میں براہ راست جنگ کی پالیسی اپناتا تو ہم سے اکثر زخمی ہوجاتے... یہ چاقو پھینکنے کا اس قدر ماہر ہے کہ پستول سے پہلے اس کا چاقو مقابل کو جالگتا ہے... جونہی مجھے اطلاع ملی کہ ایک دوست ملک کے صدر کو اچانک ملاقات کی ضرورت پیش آگئی ہے... تو میں چونک گیا... بلکہ ہم سب نے یہی سوچا کہ شاید سراکمک یہاں اس صدر صاحب کے میک اپ میں آرہا ہے... ہم چوکس ہوگئے... تاہم انہیں دیکھ کر میں نے جان لیا کہ وہ سراکمک نہیں ہیں... صدر ہی ہیں، ان کی طرف سے بے فکری ہوئی تو پتا چلا... ایک مولانا صاحب آرہے ہیں اور یہ کہ ان مولانا صاحب سے صدر صاحب دینی باتیں سیکھتے ہیں... ہم ایک بار پھر فکر مند ہوگئے... مولانا کو دیکھتے ہی میں نے جان لیا کہ یہی سراکمک ہے... کیونکہ اس کی آنکھیں صاف بتا رہی تھیں کہ وہ سراکمک ہے... وہ اور تو ہر چیز کو تبدیل کرسکتا تھا، آنکھوں میں تبدیلی نہیں کرسکتا تھا... میں نے سیف اللہ کو خطرے سے خبردار کردیا... ہم ہر طرح تیار ہوگئے... سراکمک نے مولانا کے روپ میں صدر صاحب سے ملاقات کی تو اجگر زداری صاحب کو وہیں بلوالیا گیا... اس وقت مجھے بہت خوف محسوس ہوا... میں نے سیف اللہ سے کہا کہ مجھے بھی اندر جانا ہے... سیف اللہ مجھ سے زیادہ لمبے

چوڑے ہیں... میں نے خود کو ان کے پیچھے چھپا لیا اور کمرے میں داخل ہو گیا... یہ آگے بڑھتے ہوئے اندرونی کمرے کے دروازے تک پہنچ گئے... اور میں اس کمرے میں داخل ہو گیا... ادھر سرامک اجگر زواری صاحب پر وار کرنے کی تیاری کر چکا تھا... بس یہی وہ لمحہ تھا جب میں نے کمرے کا دروازہ ذرا سا کھول کر بلو پائپ سے اس پر سوئی کھینچ ماری... لیکن وہ سوئی صرف بے ہوش کرنے والی تھی... ابھی تو ہمیں اس سے معلوم کرنا تھا کہ آخر وہ اجگر زواری صاحب کو ہلاک کیوں کرنا چاہتا ہے، ورنہ اسی وقت اس کا کام تمام کر دیا جاتا... خیر... اس طرح وہ بے ہوش ہو گیا... کیونکہ ظاہر ہے... اب سرامک صاحب ہوش میں آنے کے بعد دونوں کمروں کو خوب غور سے دیکھنے والے تھے... البتہ میں نے جان بوجھ کر بلو پائپ وہیں بستر کے نیچے ڈال دیا، تاکہ سرامک کو شور مچانے کا موقع ملے... وہ اپنے چکر میں پڑ جائے اور اس دوران ہم کچھ کرنے کے قابل ہو جائیں... اور یہی ہوا... وہ اپنی بے ہوشی سے پریشان ہو گیا... اپنی الجھن میں پڑ گیا... وہ جاننا چاہتا تھا... یہاں وہ کون ہے جو اسے بے ہوش کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا... بس اس دوران میں اندر آ گیا ... کیونکہ اب کھل کر سامنے آنا تھا... خطرہ سر پر تھا... وہ کسی وقت بھی وار کر سکتا تھا... میں نے اس سے براہ راست مقابلہ کرنے کے

بجائے اسے اسی کے وار سے ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا... میں جانتا تھا... وہ مجھ کو ہپناٹائز نہیں کر سکے گا... اور یہی ہوا... میری قوت ارادی اس کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ثابت ہوئی... لیکن یہ بات میں نے ظاہر نہ ہونے دی... اور یہی ظاہر کیا کہ میں ٹرانس میں آ گیا ہوں... اس کے بعد وہ میری طرف سے بالکل بے فکر ہو گیا... اس نے سمجھا کہ اس نے میدان مار لیا... بچوں اور باقی لوگوں پر فتح پانا کیا مشکل تھا... ادھر میں نے محمود کے جوتے کی ایڑی سے چاقو نکالا اور اس پر کھینچ مارا... اللہ کا شکر ہے کہ ایک بہت مشکل دشمن آسانی سے مارا گیا...'' یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

''لیکن جمشید... ہم ابھی تک نہیں جان سکے کہ آخر اجگر زواری کا کیا قصور ہے... کیوں یہ لوگ انہیں ہلاک کرنا چاہتے تھے۔''

''اس بارے میں، میں نے بہت سوچا، غور کیا... بات کسی حد تک سمجھ میں آ گئی، لیکن اس بات کو بھلا کون مان لیتا... میں جب وہ بات کہتا تو مجھ سے کہا جاتا... جو آپ کہہ رہے ہیں، اس کا ثبوت کیا ہے... اور ثبوت میرے پاس کوئی تھا نہیں... آخر میں نے اندھیرے میں تیر چلانے کا فیصلہ کیا۔''

''اندھیرے میں تیر...'' ان کے منہ سے نکلا۔

ہاں! پھر میں نے اندھیرے میں تیر چلایا اور وہ نشانے پر لگا۔''

''آخر کیا... تم نے کیا کیا جمشید۔'' مارے حیرت کے صدر صاحب بولے۔

''میں نے اکرام کو حکم دیا کہ وہ فلاں جگہ جائے... اور اس گھر کی تلاشی لے... بہت اچھی طرح لیکن گھر والوں کو یہ نہ بتائے کہ تلاشی لے رہے ہیں... بلکہ بتائے کہ اس گھر میں کوئی خطرناک چیز نصب کی گئی ہے... اس چیز کے ذریعے اس گھر پر کسی میزائل کا حملہ ہوگا... لہٰذا یہ گھر بالکل غیر محفوظ ہے... اور انہیں فوری طور پر کسی دوسرے گھر میں منتقل ہو جانا چاہیے... تاکہ وہ لوگ گھر کی تلاشی بے فکری سے لے لیں... اس طرح انہیں نزدیک ہی ایک گھر میں لے جایا گیا اور پھر اس گھر کی تلاشی لی گئی... اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ثبوت مل گیا... اور اکرام ثبوت کے ساتھ یہاں پہنچنے ہی والا ہے۔''

''لیکن وہ ثبوت کس کے خلاف ہے۔'' صدر بے چین ہو گئے۔

''آپ کو یاد ہوگا... جب سرامک مر رہا تھا تو میں نے اس سے کہا تھا کہ سرامک تم مر تو رہے ہی ہو... چلو مرنے سے پہلے اتنا تو بتا دو... کہ پانچ ملک ہمارے اجگر صاحب کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہیں... اور صدر محترم! آپ نے سنا تھا کہ اس نے جواب میں کچھ کہنے کی کوشش کی تھی... لیکن وہ صرف اتنا کہہ سکا تھا... غ... غغ... اور بس... اس کے بعد وہ مر گیا... میں اس وقت سے غور کر رہا تھا کہ آخر غ... غغ کا کیا مطلب ہے... ادھر سے اکرام کی طرف رپورٹ مل گئی... تب میں نے جان لیا... سرامک مرنے سے پہلے کیا کہنا چاہتا تھا...'' وہ ایک بار پھر خاموش ہو گئے۔

''تم ایک بار پھر رک گئے جمشید... میں جانتا ہوں... یہ تمہاری عادت ہے... لیکن اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا... بے چینی عروج پر پہنچ چکی ہے... جلدی سے بتا دو... سرامک کیا کہنا چاہتا تھا... اور اکرام کس کے خلاف ثبوت لا رہا ہے۔''

''سرامک لفظ غدار کہنا چاہتا تھا۔''

''اوہ... اوہ... اوہ۔''

''اور اس وقت اس کا منہ اجگر زواری کی طرف تھا... گویا وہ کہنا چاہتا تھا کہ اجگر زواری غداری کر رہے ہیں۔''

''نن... نہیں... نہیں۔'' اجگر زواری زور سے اچھلا۔

''اور ہم ان کے خلاف ثبوت حاصل کر چکے ہیں... ان کی کوٹھی سے ایسے آلات مل گئے ہیں... جن کے ذریعے یہ ان پانچوں ملکوں کو وہ تمام معلومات فراہم کرتے رہے ہیں... جن کا وہ مطالبہ

کرتے رہے ہیں... گویا یہ دولت کے لالچ میں اپنے ملک کی خفیہ معلومات فروخت کر رہے ہیں... ان پانچ ملکوں کے بینکوں میں ان کے نام بڑی بڑی رقمیں منتقل ہوتی رہی ہیں... اور یہی چیز ہمارے جاسوس کو معلوم ہو گئی تھی ... اسی کی بنا پر اس نے اجگر زواری کے خلاف معلومات حاصل کرنا شروع کیں... ہمارے جاسوس کے ایسا کرنے کی اطلاع ان پانچوں ملکوں کو ہو گئی... اور انہوں نے اجگر زواری کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا... اس کی خبر بھی جاسوس کو ہو گئی... اس نے ہمیں یہ اطلاع بھیج دی... لیکن اس نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ایسا کیوں کرنا چاہتے ہیں... دراصل اس وقت تک اسے بھی معلوم نہیں تھا... ان جاسوس لوگوں کا اصول یہ ہے کہ جتنی معلومات مل جاتی ہیں... آگے بھیج دیتے ہیں... اور جب تک کوئی بات مکمل طور پر ثابت نہیں ہو جاتی یا معلوم نہیں ہو جاتی، اس وقت تک یہ آگے کچھ نہیں بتاتے... تو جناب عالی یہ ہے کل کہانی... آپ نے دراصل آستین میں ایک سانپ پالا ہوا تھا... ہم نے اس کی نشان دہی کر دی ہے... باقی اکرام جو ثبوت لے کر آ رہا ہے... اسے دیکھ لیجیے گا...'' ایک بار پھر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

اب وہاں موت کا سناٹا طاری ہو گیا... ان سب کی نظریں ملک اور قوم کے مجرم پر جمی تھیں... آخر صدر بولے:

''کیا آپ ان الزامات کے جواب میں کچھ کہنا چاہتے ہیں۔''

''ہاں!'' اس نے بالکل سپاٹ لہجے میں کہا۔

''تو کہیے!''

ہاہاہا... مجھ ایک کے سامنے آنے سے یہ سازش یہاں ختم تو نہیں ہو جائے گی نا... یہ بہت بڑی بین الاقوامی سازش ہے... یہ تمہارے ملک کو ٹکڑے کرنے کی سازش ہے... انشارجہ اس کی پشت پر ہے اور کام لے رہا ہے تمہارے ہی عام لوگوں سے... ان لوگوں سے جو بظاہر انشارجہ کے بدترین دشمن ہیں۔ وہ تحریک اور وہ لوگ جو انشارجہ کے ساتھ مل کر وناس کا خاتمہ کر چکے ہیں... آج وہی لوگ انشارجہ کے ساتھ مل کر تمہارے ملک کا خاتمہ کرنے کے منصوبے میں شامل ہیں۔ ایک بہت بڑی تنظیم جس کے سربراہ پر ایک مشہور سیاسی لیڈر کے قتل کا الزام آیا تھا اور جو بعد میں مارا گیا تھا اور وہ تنظیم اور وہ سربراہ پس پردہ انشارجہ کیلئے کام کرتے ہیں۔ تم لوگوں کی غلطی یہی کے مولانا بروہی جیسے لوگوں پر اندھا اعتماد کرتے ہو... ایسے لوگ تمہارے [illegible] اداروں کی جڑوں میں گھس چکے ہیں۔ جو بظاہر دین کے نام لیوا ہیں لیکن اصل میں ہمارے ایجنٹ ہیں... کروڑوں اربوں ڈالر کے مالک ہیں یہ سیم اور یہ تمام ڈالر اسے انشارجہ سے

ملتے ہیں تمہارے ملک کے خوفیہ اداروں میں بھی اس تنظیم کے ہمدرد
موجود ہیں۔ اصل دین دار تو وہ ہیں جن کو دولت سے کوئی سروکار
نہیں۔ انشارجہ کے حکم پر یہ تنظیم یہاں کام کرنے والے شاناکے
باشندوں کو بھی اغوا کرتی ہے اور مار دیتی ہے تاکہ تمہارے اور شاناکا
کے تعلقات خراب ہو جائیں۔ بس اس سے زیادہ میں نہیں بتاؤں گا۔
تم خود پتا لگا سکتے ہو تو لگا لو....

یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا... صدر کافی دیر تک
اسے گھورتے رہے... آخر انہوں نے کہا:

''میری زندگی رہی تو میں اب تم لوگوں کی جڑوں کو تلاش
کرواؤں گا... اور اس ملک کے ہر ہر محکمے سے تم لوگوں کو نکلواؤں گا
... آج مجھے معلوم ہو گیا کہ اس ملک کے اصل ناسور تم ہو... ہمارے
ملک کے عقل مند لوگ بار بار تم لوگوں کی طرف نشان دہی کرتے رہتے
ہیں... لیکن ہم ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دیتے... ایک کان سے
سن کر دوسرے سے نکال دیتے ہیں... اور یہی ہماری غلطی ہے...
جب کہ وہ اسی طرح اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں... اب میں ان
لوگوں کی نشاندہی کرنے کا کام کروں انسپکٹر جمشید جیسے لوگوں سے لوں
گا... ہاں ان شاء اللہ!'' یہ کہتے ہوئے صدر صاحب کی آواز بھرا گئی۔

ایسے میں بھاری قدموں کی آواز گونجی... سیف اللہ

کے ایک ماتحت نے بتایا کہ سب انسپکٹر اکرام آئے ہیں۔ اکرام کو اندر
لایا گیا... اس نے تمام ثبوت انسپکٹر جمشید کے سامنے رکھ دیے... وہ
انہیں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے... وہ جاسوسی کے جدید ترین آلات
تھے... ان کے ذریعے ان پانچوں ملکوں سے رابطہ کیا جاتا تھا... یعنی
وہ غدار موبائل یا فون پر ان ملکوں سے رابطہ نہیں کرتا تھا... یہ مخصوص
آلات تھے... تاکہ کوئی سراغ نہ لگا سکے کہ کون کس سے اور کیا بات کر
رہا ہے...

''اکرام! اسے لے جاؤ... اس نے اپنے جرائم کا اعتراف
اپنی زبان سے کر لیا ہے۔''

اکرام اور اس کے ماتحت اسے لے کر چلے گئے... ان
کے جانے کے بعد بھی وہاں کافی دیر تک خاموشی رہی... آخر فاروق
کی آواز ابھری:

''ایک بات رہ گئی، کاکڑ صاحب کو وہ فون کس نے کیا تھا۔''

''میں نے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے، لیکن انہوں نے اس کی
طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی، نہ صدر صاحب سے اس کا ذکر کیا، شاید
مذاق سمجھے تھے۔''

''جی ہاں! بالکل ایسا ہی ہے۔'' کاکڑ نے فوراً کہا۔

پھر وہاں خاموشی چھا گئی۔ آخر فاروق نے کہا۔

''اب ہم یہاں اس طرح کب تک بیٹھے رہیں گے.. یہاں اس طرح بیٹھے رہنے سے کب ملک کا کوئی کام سیدھا ہوگا... ہمیں تو اب پہلے سے بھی زیادہ کام کرنا ہوگا... اور یہ کام کوئی ایک دو دن کا تو ہے نہیں... یہ کام تو مدتوں جاری رہے گا... اس لیے اب ہمیں یہاں سے رخصت ہو جانا چاہیے... کیا خیال ہے ابا جان۔''

''ہاں بالکل جانا ہی ہوگا۔''

''اور جانے سے پہلے میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ اس کیس کا سہرا ابا جان کے سر رہا۔''

''ارے باپ رے۔''

انسپکٹر جمشید نے بوکھلا کر کہا اور ان سب کے چہروں پر مسکراہٹیں پھیل گئیں۔

☆☆☆☆☆

A-36 ایسٹرن اسٹور یوز کمپاؤنڈ B-16 سائٹ کراچی
0300-2472238, 32578273, 34228050
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

30 نومبر 2010 کوشائع ہونے والا ناول

لی شن پلان

240/- روپے

مصنف: اشتیاق احمد

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کا آئندہ ناول

☆ ایک فون ۔ بیگم جمشید نے سنا۔
☆ وہ نا معلوم آ. می ان ست کی بھد اڑانا چاہتا تھا۔
☆ اس کا پروگرام اس۔ رخوفناک تھا۔ آپ .ھک سے رہ جائیں گے۔
☆ اس نے کہا، ہم شہر کے ایک اہم آ. می مونا۔ گر کا اعلانیہ قتل۔ یں گے۔
☆ کوئی اس کا قتل ہی نے سے روک نہیں سکے گا۔
☆ صبح اخبارات میں پہلے ہی یہ چیلنج شائع کیا جا رہا ہے۔
☆ اس چیلنج کو ہر اخبار شائع۔ ے گا۔ انسپکٹر جمشید اخبارات میں اس خبر کو شائع ہی نے سے روک نہیں سکیں گے۔
☆ وہ الٹے لٹک جائیں، ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں، یہ قتل ہی۔ رہے گا اور ہی گا بھی ٹھیک وقت پر۔
☆ اور جسے قتل کیا جائے گا، اس کا نام مونا۔ گر ہے۔
☆ پھر کیا ایسا ہی ا... انسپکٹر جمشید پارٹی کیا مونا۔ گر کو قتل ہی نے سے روک سکے۔
☆ اخبارات میں وہ خبر شائع ہی ئی یا نہیں۔
☆ اور پھر جب وہ مونا۔ گر کو بچانے کے لیے اس کی کوٹھی پہنچے تو انھیں کن زلزلوں کا۔ منا۔ نا پڑا۔
☆ اور جب ایک مکڑی مونا۔ گر پر حملہ آور ہی ئی۔
☆ مکڑی سے انھیں ایک ہی لناک جنگ لڑنا پڑی۔
☆ جب مکڑی کے زہر نے تین آ. میوں کو اپنی لپیٹ میں لیا۔
☆ وہ ہسپتال کے ایم ایس سے باتیں۔ رہے تھے۔ اچانک ایم ایس خاموش ہی گیا... وہ خاموشی کیسی تھی۔
☆ ایک خوفناک آ. می انھیں انگلیوں پر نچا رہا تھا۔
☆ زبر.ست۔ ڑتوڑ والا ناول۔

A-36 ایسٹرن اسٹوڈیوز کمپاؤنڈ، B-16 سائٹ، کراچی
0300-2472238, 32578273, 34228050
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com